إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

بیشک خدا کسی قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جبتک وہ قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرے

الحکم

اکتوبر ۱۹۱۰

جلد ۱۴

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

(قادیان دار الامان)

شرح قیمت اخبار جو ہر حال میں پیشگی لیجائیگی۔

عوام سے .... صہ

خواص سے عہ

ہندوستان سے باہر سے

غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف ۱۲ آنہ
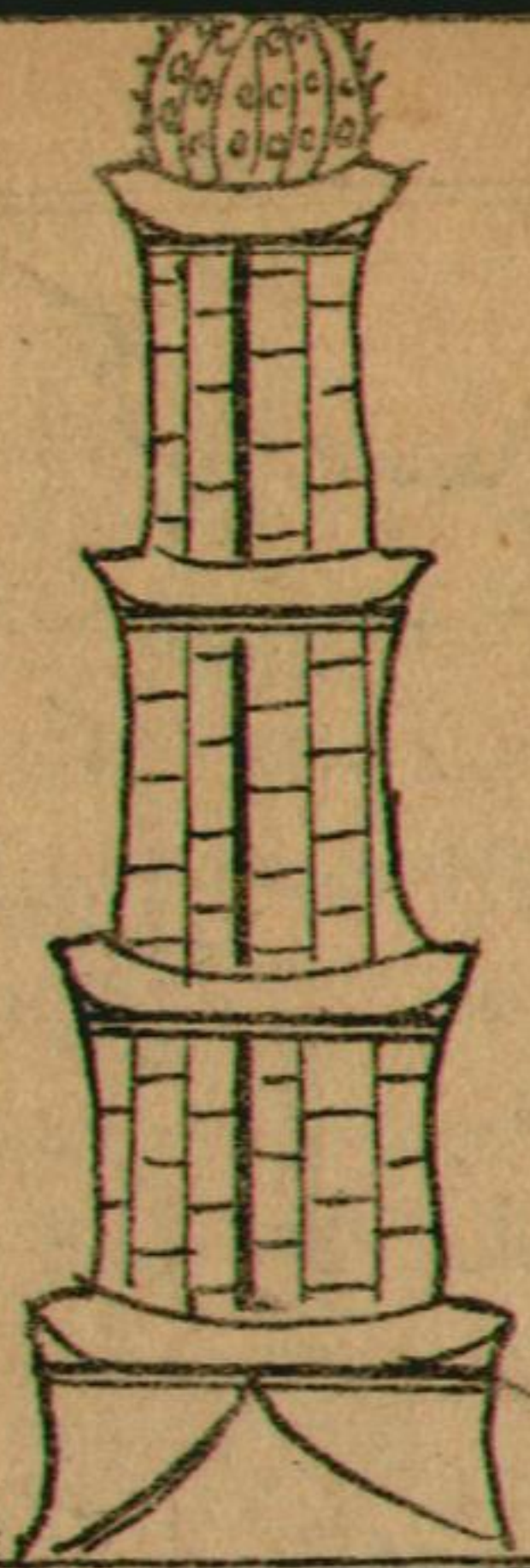
دوا ہیں شفا ہیں غرض دار الامان ہیں

گو ہمیں ہاتھ آگیا جہاد ر قادیاں ہیں

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷۔۱۴۔۲۱۔۲۸۔ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

عمدہ یونانی اور ویدک ادویات

ہندوستانی دواخانہ کی کافی شہرت ہوچکی ہے اور اس نے قلیل عرصہ میں معتد بہ اعتبار اور وقار حاصل کر لیا ہے نہ صرف عوام بلکہ خواص یہانتک کہ طبیب اس دواخانہ کی دوائیں برتتے ہیں

اس دواخانہ کی عظیم کامیابی کا راز محض اخلاص اور صداقت ہے

جو ادویات اس کارخانہ میں بنتی ہیں وہ ہماری طب کی بہترین ادویات ہیں۔ چند سال سے انکی خوبیوں کے اظہار کا سلسلہ جاری ہے آج بھی ہر ایک آزمایش پر اپنا اصلی اثر دکھلاتی ہیں کیونکہ

ہندوستانی دواخانہ میں جو ادویات بنائی جاتی ہیں۔

اصلی اور پورے انتظام سے دواسازی کا اس میں پورا اہتمام ہے۔ اصلی اجزا خواہ قیمتی سوں خواہ سستے پورے ڈالنے پر بھی قیمتیں وہی لی جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ دواخانہ شخصی اغراض سے علیحدہ ہے اور اس کی آمدنی مدرسہ طبیہ و شفاخانہ دہلی کو دیجاتی ہے

اس دواخانہ میں تمام امراض کی ایک سے ایک اعلی اور مفید دوائیں بنتی ہیں جن کی تعداد پانچسو تک ہوچکی ہے

اس دواخانہ کے جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خانصاحب رئیس اعظم دہلی سرپرست ہیں

اور انہوں نے اپنی اور اپنے زندہ جاوید بزرگوں کی بعض خاص خاص مجرب دوائیں لوجہ اللہ اس دواخانہ کو دی ہیں۔

نوٹ جن پر اثر اور مفید تر ادویات کے سبب اس دواخانہ کو شہرت حاصل ہوئی ہے وہ صرف اسی دواخانہ سے ملسکتی ہیں۔ اور کسی جگہ اس دواخانہ کی شاخ نہیں ہے۔ فہرست ادویات درخواست کرنے پر مفت ملتی ہے۔

خط کا پتہ۔ بالکل یہی الفاظ لکھئے: مینیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی تار کا پتہ ہیومرسنز دہلی

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپ کر شایع ہوا

ہیں۔ چنانچہ گلبرگہ اور ریاست حیدرآباد کے دیگر اضلاع میں یہ رسم جاری ہے۔ بچوں کی پیدائش اموات شادی وغیرہ پر پنڈتوں کو بلوا کر جنم پتریاں بنوائی جاتیں اور مولود کے نام رکھوائے جاتے ہیں۔ شادی سے پہلے پنڈت سے شبھ لگن (ساعت سعید) نکلوائی جاتی ہے اور بعض مقامات میں تو نکاح ہونے سے پیشتر برہمن سے اُسی طرح پھیرے ڈلوائے جاتے ہیں جیسے کہ ہندوؤں میں موت کے بعد کریا کرم کرایا جاتا ہے۔

راجپوتانہ کے اکثر مقامات میں مسلمان راجپوتوں میں دستور ہے کہ مردگا ہے گا ہے گوشت استعمال کرتے ہیں مگر اُسے عورتیں نہیں پکاتی ہیں اور نہ وہ گھر کے اندر پکایا جاتا ہے۔ بلکہ گھر سے باہر مرد پکاتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد برتنوں کو خوب مانجھتے اور صاف کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُن برتنوں کو عورتیں دوبارہ مانجھ کر صاف کرتی ہیں۔ جو مسلمان راجپوتانہ اور دکن کے اکثر مقامات میں پائے جاتے ہیں اُن میں سے خواندہ ایک فیصدی بمشکل ہونگے۔ اور وہ بھی ہندی یا اُس کی کسی بھن سے واقف۔ یہ لوگ کبھی اسلامی کتاب کو نہیں پڑھتے بلکہ گیتا۔ رامائن۔ آلہ۔ اودل۔ مہابھارت۔ اور مختلف سانگیتوں کو جن میں ہندوؤں کے سورماؤں۔ دیوتاؤں اور اُن کے مذہبی اصولوں کا بیان ہوتا ہے۔

یہ اور اسی قسم کی دیگر باتوں کے ہوتے ہوئے ان مسلمانوں کو مسلمان کہنا درست نہیں۔ لیکن چونکہ وہ کسی زمانہ میں بطیب خاطر اور محاسن اسلام سنکر مسلمان ہوگئے تھے اس لئے اُن کے اور اُن کی اولاد کے ساتھ پختہ ایمان کے اور واقف کار مسلمانوں کا رشتہ برادرانہ ہے۔ اور اس اعتبار سے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ان کو مرتد ہونے سے بچانے کے لئے ہر قسم کی تدابیر عمل میں لائیں۔

جب مسلمان علماء اور واعظین کی اشاعت اور حمایت اسلام سے متعلق کوششوں پر انصاف کیساتھ نگاہ ڈالی جاتی ہے تو لامحالہ یہی کہنا پڑتا ہے کہ ... میں سے ۹۵ فیصدی اپنے فرض سے ناواقف ہیں۔ یا یہ کہ واقف ہوتے ہوئے بھی وہ اپنے فرض کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جب یہ لوگ اپنے فرض کی ادائیگی میں مسلسل طور پر مستعدی نہ دکھائینگے تب تک ہندوستان میں مذہب اسلام کی حالت نہایت خطرناک رہیگی۔ اور دیہاتی مسلمان مرتد بننے سے باز نہیں رہ سکینگے۔

یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ اشاعت اسلام کی سب سے زیادہ ضرورت اُن دیہاتی مسلمانوں میں ہی ہے جو اسلام کے اصول سے اور تعلیمات سے بے بہرہ ہیں۔ اگر اس مقابلہ اور جدوجہد کے زمانہ میں تعلیمیافتہ اور مذہب سے باخبر مسلمانوں نے خبر نہ لی تو تھوڑا عرصہ گذرنے پائیگا کہ اُن میں سے ہزاروں اور لاکھوں مرتد ہوکر ہندوؤں میں شامل ہو جائینگے۔ ان میں سے زیادہ تر میں ہندویت کا میلان پایا جاتا ہے اور جب تک کہ اُن کو راہ اسلام پر قائم رکھنے کیلئے سخت ترین کوشش نہیں کیجائیگی تب تک اُن کے مرتد ہونے کے میلان میں کمی واقع نہیں ہوسکیگی۔ اس لئے اب وقت ہے کہ علماء اور اسلامی انجمنیں ان لوگوں میں اشاعت اسلام کا کام بڑے زور و شور سے شروع کردیں۔

سلسلہ صحابہ

ندوۃ العلماء کے موقر رسالہ الندوہ میں اس عنوان سے ایک سلسلہ شروع کیا گیا ہے جو نہایت قیمتی اور دلچسپ ہے چونکہ وہ اس قابل ہے کہ الحکم کے ناظرین بھی اس سے استفادہ کریں اس لئے بلاکم و کاست شکرگذاری کے ساتھ میں اسے یہاں درج کروں (ایڈیٹر)

حضرت عبداللہ بن عمر رض

علمی حیثیت سے اگرچہ مسلمانوں نے اور علوم و فنون کیطرح فلسفہ اخلاق میں بہت کچھ نکتہ آفرینیاں کیں اور اس کے متعلق نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں لیکن عملی حیثیت سے اخلاق اور تزکیۂ نفس کے بہترین نمونہ صرف صحابہ کے زمانہ میں نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کو آج علم سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے۔ اس بناء پر ہم چاہتے ہیں کہ الندوہ میں سلسلۂ صحابہ کے عنوان سے ایک سلسلہ شروع کریں اور اس سلسلہ میں تمام صحابہ کبار کے حالات اُنکے فضائل و مناقب۔ اخلاق و عادات۔ غرض اُنکی پاک زندگی کے تمام واقعات درج کئے جائیں۔ اس سے ایک طرف تو مسلمانوں کو ان پاک مثالوں کی اقتدا کا شوق پیدا ہوگا اور دوسری طرف یہ معلوم ہوگا کہ جناب رسالت پناہ کی مقدس ذات کن عجیب و غریب اور غیر محدود اوصاف کا مجموعہ تھی۔ جس کے فیض تربیت سے اس قسم کا مقدس گروہ پیدا ہوا۔

صحابہ کا اگرچہ ایک ایک فرد اگرچہ مذہب و اخلاق کا پاک نمونہ تھا لیکن جو لوگ خود صحابہ کے زمانہ میں نسبتہً زیادہ متقی اور متبع سنت مشہور تھے اس سلسلہ میں اُن کا ذکر خاص طور پر کیا جائیگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رض عام طور پر ان تمام محاسن اخلاق کا مجموعہ تسلیم کئے گئے ہیں اس لئے اس کا پہلا نمبر اُنھیں کے نام سے شروع کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر بن الخطاب کے بیٹے تھے۔ ابھی وہ بالکل بچے تھے کہ حضرت عمر رض مشرف باسلام ہوئے۔ عام روایت تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عمر رض سے پیشتر یہ شرف حاصل کرچکے تھے لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ بھی حضرت عمر رض کیساتھ اسلام لائے۔ چنانچہ حضرت عمر رض نے اپنی فطرتی شجاعت اور آزادی کی بناء پر جب کفار کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا تو اُن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رض بھی تھے۔ چنانچہ اُن کی زبانی نافع کے ذریعے سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رض نے اسلام قبول کیا تو اُنھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اہل مکہ میں کون شخص ایسا ہے جسکے ذریعہ سے خبر عام طور پر شائع ہوجاتی ہے۔ لوگوں نے جمیل بن معمر الجمحی کا نام لیا۔ چنانچہ حضرت عمر رض نکلے اور اُن کے پیچھے پیچھے میں بھی چلا۔ میں اُسوقت اگرچہ بچہ

تھا- لیکن جو کچھ دیکھتا تھا اُسکو سمجھتا تھا- حضرت عمرؓ جمیل کے پاس آئے اور اُس سے کہا کیا تمکو خبر ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا- اُسنے کچھ جواب نہیں دیا اور اپنی چادر گھسیٹتا ہُوا اُٹھ کھڑا ہُوا- میں اور حضرت عمرؓ اُس کے پیچھے پیچھے تھے- جمیل مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر پکارا- اے گروہ قریش! عمر مذہب سے برگشتہ ہو گیا (ان عمر قد صبا) حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ بکتے ہو میں اسلام لایا ہوں بہرحال حضرت عبداللہ بن عمر کے بلوغ کا زمانہ کفر کی نجاست سے پاک رہا- اور بالکل بچپن ہی کی زمانہ میں اُنکو گنجینۂ مراد ملا- لیکن چونکہ اُنھوں نے حضرت عمرؓ سے پیشتر ہجرت کر دی تھی اس بناء پر بعض راویوں نے اِس تقدم کی نسبت خود اُن کے اسلام کیطرف کر دی- مگر تقدم فی الہجرۃ بھی ایک بہت بڑی فضیلت ہے

حضرت عبداللہ بن عمر کی پاک زندگی کے ابتدائی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے شاندار منظر کا اثر اُن کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا- چنانچہ جب بدر کی لڑائی پیش آئی تو اُن کا سن ۱۳ برس کا تھا- لیکن اُنھوں نے اِسی سن میں شریک جنگ ہونے کے لئے آمادگی ظاہر کی- لیکن جب رسالت پناہ نے اِنکار کر دیا- اِسی طرح جنگ اُحد میں اُن کا سن ۱۴ سال کا تھا لیکن وہ لڑائی کے لئے طیار تھے مگر رسول اللہ نے اِس مرتبہ بھی اُن کی استدعا قبول نہیں کی- البتہ غزوۂ خندق میں جب اُن کا سن ۱۵ سال کا تھا جناب رسالت پناہ نے اُنکو اجازت جنگ دی- چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے صغیر و کبیر کے درمیان میں اِسی سن کو حد فاصل قرار دیا اور اپنے عمال کو حکم بھیجا کہ اس سن سے کم کے لوگ عیال میں داخل ہیں اور اُن کا نفقہ اُنکے مربیوں پر ہے- بیت المال سے صرف پانزدہ سالہ لوگوں کو عطیہ ملیگا- بہرحال پہلی لڑائی جس میں حضرت عبداللہ بن عمر شریک ہوے وہ غزوۂ خندق ہے اِس کے بعد وہ متعدد مشہور لڑائیوں مثلاً غزوۂ موتہ یرموک مصر (افریقہ) فتح مکہ وغیرہ میں شریک ہوتے رہے- چنانچہ مجاہد سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے زمانہ میں اُن کی عمر ۲۰ سال کی تھی وہ ایک سرکش گھوڑے پر سوار تھے اُن کے ساتھ ایک بڑا نیزہ تھا- اور ایک چادر اوڑھے ہُوے تھے وہ اپنے گھوڑے کے لئے گھاس کاٹ رہے تھے اِسی حالت میں جناب رسالت پناہ نے اُنکو دیکھا اور مدح و ستائش کے لہجہ میں فرمایا- یہ عبداللہ ہے یہ عبداللہ ہے- خود حضرت عبداللہ بن عمر فتح مکہ کی شرکت کو اپنا سب سے بڑا شرف اور فخر سمجھتے تھے- حضرت عبداللہ بن عمر ہمیشہ خلافت سے انکار کرتے رہے- جسکا ذکر اُن کے فضائل میں آگے آئیگا- لیکن اُنکا بیان ہے کہ جب امیر معاویہ اور حضرت علیؓ میں دومۃ الجندل میں لڑائی کی ٹھہری تو معاویہ ایک قوی ہیکل بختی اونٹ پر نکلے اور کہا کہ وہ کون ہے جو خلافت کی خواہش کرتا ہے یا اُسکی طرف گردن بلند کرتا ہے؟ تو میرے دل میں آج کے سوا کبھی دنیا کا خیال نہیں آیا تھا کیونکہ میں نے اُسوقت ارادہ کیا کہوں خلافت کی خواہش وہ شخص کرتا ہے جسنے تمکو اور تمھارے ماں باپ کو مار پیٹ کر اسلام کے حلقہ میں داخل کیا- لیکن پھر مجھے بہشت اور اُس کی نعمتیں اور پھل یاد آ گئے اِس لئے میں رُک گیا- یہ استحقاق اور دعاوی حضرت عبداللہ بن عمر کو فتح مکہ ہی کی وجہ سے پیدا ہُوا تھا کیونکہ فتح مکہ کے زمانے میں امیر معاویہ اور ابوسفیان کافر تھے اور کفار کے ساتھ ساتھ شریک جنگ تھے چنانچہ وہ اِسی لڑائی میں مشرف باسلام ہُوئے- ان مناقب میں اور صحابہ بھی اگرچہ اُن کے شریک ہیں لیکن متعدد فضائل ایسے ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن عمر تمام صحابہ سے ممتاز ہیں ہم اِن مناقب کو الگ الگ عنوان قائم کر کے بتفصیل لکھتے ہیں-

اتباع سنت حضرت عبداللہ بن عمر کی زندگی کا مقصد صرف اتباع سنت تھا وہ اِس کا اِس شدت کے ساتھ التزام کرتے تھے کہ رسول اللہ نے جن درختوں کے سایہ میں کبھی آرام فرمایا تھا وہ اُنکو پانی دیتے رہتے تھے تاکہ خشک نہونے پائیں رسول اللہ نے جہاں کہیں نماز پڑھی تھی اُس مقام پر نماز پڑھتے- اور جہاں کہیں قیام فرمایا تھا وہاں ضرور قیام فرماتے عام طور علم ہے کہ وہ مناسک حج کے بڑے عالم تھے اِس کی وجہ یہی ہے کہ وہ مناسب حج میں رسول اللہ کے تمام سنن کا اس طرح لحاظ رکھتے تھے- یہانتک کہ آپ نے جہاں جہاں قضائے حاجت کی تھی وہاں وہ بھی ضرور قضائے حاجت کرتے- یہی وجہ ہے کہ مقامات حج- میقات رمی- جمار- استہلال وغیرہ کے مقامات کی تعیین و تحدید کے متعلق اکثر حدیثیں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہیں- رجب میں چونکہ جناب رسالت پناہ عمرہ لائے تھے اِس لئے وہ بھی ہر سال رجب میں عمرہ لاتے تھے- وہ سخت خطرے کی حالت میں بھی اتباع سنت سے باز نہیں آتے تھے- چنانچہ جب حجاج اور عبداللہ بن زبیر کے مقاتلہ کا زمانہ تھا اور عبدالملک بن مروان نے لوگوں کو اِس بناء پر روکنا چاہا تھا کہ مکہ میں مبادا عبداللہ بن زبیر کی بیعت نہ کریں تو حضرت عبداللہ بن عمر نے حسب معمول حج اور عمرہ کا سامان مہیا کیا- لیکن اُن کی اولاد نے روکا کہ یہ فتنہ و فساد کا زمانہ ہے ایسا نہو کہ لوگ آپ کو حج سے روک دیں- اُنھوں نے فرمایا کہ حدیبیہ کا واقعہ ہمارے لئے کافی ہے رسول اللہ حج کو نکلے تو کفار نے روکا- آپ رُک گئے اِسیطرح اگر ہم بھی روک دئے جائینگے رُک جائینگے- حضرت عبداللہ بن عمر کو رسول اللہ کے اقوال و افعال کا اِس شدت کے ساتھ التزام تھا کہ خود جناب رسالت پناہ کو منع کرنا پڑا- صحابہ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ وہ اپنے خواب رسول اللہ کی حضور میں بیان کرتے اور آپ اُن کی تعبیر بیان فرماتے- حضرت عبداللہ ابن عمر کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں اگر کوئی خواب دیکھوں تو حضور کی خدمت میں بیان کروں- چنانچہ وہ رسول اللہ کے مبارک زمانے میں مسجد میں سوتے تھے- اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کیطرف لے گئے میں نے دیکھا کہ وہ کنوئیں کی طرح تہ بہ تہ ہے اِس کے دو کنارے ہیں اور اُس میں کچھ لوگ ہیں جنکو میں پہچانتا ہوں یہ

حالت دیکھ کر۔ میں نے خدا سے پناہ مانگی اور اعوذ باللہ کہنے لگا۔ اسی حالت میں مجھے دوسرا فرشتہ ملا اُسنے کہا گھبراؤ نہیں۔ اِس خواب کو اُنھوں نے حضرت حفصہؓ سے کہا۔ اور اُنھوں نے اسکو رسول اللہ سے بیان کیا حضور نے فرمایا۔ عبداللہ کیا اچھا آدمی تھا۔ کاش وہ رات کو نماز پڑھتا۔ چنانچہ اُنھوں نے بالتزام شب بیداری کرنی شروع کی۔ یہانتک کہ جب جناب رسالت پناہ کو اِس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ مجھکو یہ نہیں معلوم ہوا کہ تم رات کو قیام کرتے ہو۔ دن کو روزہ رکھتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں میں ایسا کرتا ہوں۔ آپنے فرمایا اگر ایسا کروگے تو تمھاری آنکھیں کمزور ہوجائینگی۔ نفس تھک جائیگا۔ تمپر تمھارے نفس کا حق ہے بال بچوں کا حق ہے اِس لیئے روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو۔ رات کو قیام بھی کرو اور سوؤ بھی۔

مواقع ریا سے اجتناب حضرت عبداللہ بن عمر اتباع سُنت میں عام طور پر مشہور تھے۔ عاصم احول کہتے ہیں روایت ہے کہ اُن کو جب دیکھو! رسول اللہ کی اتباع کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ظاہر ہوتا تھا۔ ابوجعفر سے مروی ہے کہ صحابہ میں رسول اللہ کے اقوال اور اوامر کے بلاکم وکاست بجالانے میں عبداللہ بن عمر سے زیادہ کوئی محتاط نہ تھا۔ اِس بناء پر عام طور پر لوگ اُن کی اقتدا کرنا چاہتے تھے بالخصوص مناسک حج کے تو وہ سب سے بڑے عالم تھے اِسی بناء پر عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھا تھا کہ حج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اقتداء کرو۔ لیکن وہ مواقع ریا سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے اور اپنی اقتداء اسی حدتک جائز رکھتے تھے جہانتک اتباع سُنت سے تعلق تھا۔ اپنے ذاتی افعال کی تقلید وہ کبھی پسند نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ زمانہ حج میں وہ سر منڈوا رہے تھے اُنھوں نے حجام سے کہا کہ میرے بال نہایت کثرت سے ہیں جو مجھے تکلیف دیتے ہیں کیا تم اُن کو مونڈ سکتے ہو۔ اُسنے اُن کے سینے کے بال مونڈنے شروع کئے۔ چونکہ مناسک حج میں حلق راس بھی ہے لوگوں کو خیال ہوا کہ سینے کے بال منڈوانا بھی ممکن ہے کہ داخل سُنت ہو اِس بناء پر لوگ اُن کی طرف نہایت غور سے دیکھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو شبہ پیدا ہوا تو اُنھوں نے صاف کہدیا کہ یہ سنت نہیں ہے میرے بال مجھے تکلیف دیتے تھے اِس بناء پر میں نے منڈوا لیئے۔ زید بن عبداللہ شیبانی سے روایت ہے کہ وہ نماز کو اِس طرح آہستہ آہستہ جاتے تھے کہ اگر اُن کے ساتھ چیونٹی بھی چلے تو اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ اس کا التزام اُنھوں نے یا تو اس لیئے کیا تھا کہ حدیث صحیح کی بناء پر نماز کے لیئے نہایت سکون و وقار کے لیئے جانا چاہیئے یا اِس لیئے کہ نماز کے لیئے نہایت سرعت کیساتھ جانا ریاکاروں کا کام ہے۔ لیکن غالبًا حدیث کا مقصد بھی اِسی موقع ریا سے بچنا ہے۔

زہد حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی تمام زندگی زہد اور اعراض عن الدنیا میں بسر کی۔ ابراہیم سے مروی ہے کہ نوجوانان قریش میں عبداللہ بن عمر سے زیادہ کوئی شخص اپنے نفس پر قابو رکھنے والا نہیں تھا۔ ایک دفعہ اُن کی خدمت میں ایک شخص جوارش لیکر حاضر ہوا اُنھوں نے پوچھا یہ کیا ہے اُسنے کہا یہ ہاضم طعام ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اِس کی کیا ضرورت ہے! مینے تو مہینوں سے پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا۔ حمام میں غسل کو بہت کم جاتے تھے اور فرماتے تھے یہ عیش پسندی ہے۔ ابوعیسیٰ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اُن سے پینے کا پانی مانگا وہ شیشے کے پیالے میں لائیں اُنھوں نے پینے سے انکار کردیا اِس کے بعد وہ لکڑی کے پیالے میں لائیں تو پی لیا پانی پی کر اُنھوں نے وضو کا پانی طلب کیا وہ وضو کیلیئے طشت وغیرہ لائیں۔ اُنھوں نے صاف انکار کیا اور لوٹے سے وضو کیا۔

میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ اُن کے پاس آیا اور اُن کے تمام اثاث البیت کی قیمت لگائی تو سو درہم سے زیادہ کا سامان نہ تھا۔ نافع سے روایت ہے کہ اُن کی اونٹنی کی ہڈی ٹوٹ گئی اُس کو اُنھوں نے ذبح کیا اور کہا کہ تمام اہل مدینہ کو دعوت دو اُنھوں نے کہا آپ تمام لوگوں کو دعوت دیتے ہیں حالانکہ آپ کے پاس روٹی تک نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ یہ گوشت ہے یہ شوربا ہے جس کا جی چاہیگا کھائیگا جس کا جی چاہیگا اُٹھکر چلا جائیگا۔

زہد و اعراض عن الدنیا کا صحیح اندازہ صرف جاہ پرستی کے مواقع پر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے زمانے میں خلافت سلطنت سے بدل کر جاہ پرستی اور عیش پسندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہوگئی تھی اِس بناء پر مدعیان خلافت میں باہم جنگ وجدل رہتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر اگر چاہتے تو تمام لوگ اُن کی بیعت پر آمادہ ہوجاتے لیکن اُنھوں نے کبھی اِس کی خواہش نہیں کی یہانتک کہ لوگ آمادہ کرتے تھے اور وہ انکار کرجاتے تھے۔

چنانچہ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا کہ آپ لوگوں کے سردار اور سردار کے لڑکے ہیں آپ کھڑے ہوں تو ہم آپ کے ہاتھ پر تمام لوگوں سے بیعت کرادیں آپ نے فرمایا کہ میں حتی الامکان یہ کبھی نہ پسند کرونگا کہ میرے لئے ایک محجمہ خون بہایا جاوے۔ لوگوں نے دھمکایا کہ آپ کھڑے ہوں ورنہ ہم آپ کے بستر پر آپ سے مقاتلہ کرینگے۔ اُنھوں نے پھر وہی جواب دیا اس کے بعد لوگوں نے بہت کچھ خوف اور لالچ دیا۔ لیکن اسکو اُنھوں نے کبھی قبول نہیں کیا۔

ایک دفعہ اُن سے کہا گیا کہ اگر آپ خلافت چاہیں تو لوگ فوراً راضی ہوجائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک آدمی مشرق میں اِس کی مخالفت کرے تو کیا ہوگا؟ لوگوں نے کہا کہ اگر مخالفت کریگا تو قتل کیا جائیگا۔ قوم کی بہبودی کے لئے ایک شخص کا قتل کوئی بڑی چیز نہیں آپ نے فرمایا کہ میں اِسکو کبھی پسند نہیں کرتا کہ ایک شخص قتل کیا جائے اور دُنیا میرے لئے ہو۔

ابوالعالیہ البراء کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ اُن کے پیچھے

پیچھے چلا لیکن اُن کو میری خبر نہ تھی وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ لوگ کاندھوں پر تلوار رکھ کر ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اے عبداللہ بن عمر ہاتھ لاؤ ہم تمہاری بیعت کرینگے۔

مغیرہ قطن سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ اُمت محمدیہ کے لئے آپ سے بُرا کوئی آدمی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کیوں۔ میں نے تو خونریزی کی نہ تفریق جماعت میں حصہ لیا۔ نہ اُن کی مخالفت کی اُس نے کہا اگر آپ خلافت کے لئے راضی ہوتے تو دو آدمی بھی آپ کی مخالفت نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ ایسی خلافت میں نہیں پسند کرتا۔ کہ میں خلیفہ بنایا جاؤں اور ایک آدمی کہے نہیں اور دوسرا کہے ہاں۔ خلافت کے لئے جو جنگ وجدل ہوتی تھی اُسکو دیکھکر فرماتے تھے کہ جب دین خدا کے لئے تھا اور کسی قِسم کا شر وفساد نہ تھا تو ہم لڑتے تھے آج اغیا کے لئے دین ہے اور ہر قسم کا فساد اُٹھ رہا ہے تو تُم لڑتے ہو۔ لوگ اُن کو طرح طرح خلافت کے لئے آمادہ کرتے تھے مگر وہ راضی نہیں ہوتے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے کہا کہ آپ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ یہ لوگ باہم ایک دُوسرے کو قتل کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص کہتا ہے حی علی الصّلوٰۃ (نماز کے لئے آؤ) ہم قبول کر لیتے ہیں۔ جو شخص کہتا ہے حی علی الفلاح (بہتری کیطرف آؤ) ہم راضی ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو کہتا ہے حی علی قتل اخیك المسلم واخذ ماله (اپنے مُسلمان بھائی کے قتل و نمارت کے لئے آؤ) ہم انکار کر دیتے ہیں۔

بنو امیہ کی تحدیدی انکو بھی ناگوار تھی لیکن عقبیٰ کے خوف سے رُک جاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ امیر معاویہ نے کہا کہ ہم سے زیادہ خلافت کا کون مستحق ہو سکتا ہو حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہوں کہ وہ لوگ جنھوں نے تمکو اور تمھارے باپ کو اسلام کے لئے مارا پیٹا (فتح مکہ میں) لیکن فتنہ و فساد کے خوف سے رُک گیا یہی وجہ ہے کہ اُن کے زمانے میں جو امیر آتا تھا عبداللہ بن عمر اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے اور اُس کو زکوٰۃ کا مال ادا کر دیتے تھے اُن کا قول تھا کہ میں خود نہ لڑونگا لیکن جو شخص غالب آجائیگا اُس کے پیچھے نماز پڑھ لونگا۔ حجاج اگرچہ سخت ظالم تھا لیکن وہ اُس کے پیچھے برابر نماز پڑھتے تھے۔ مگر جب وہ تاخیر وقت کرنے لگا تو اُس کے ساتھ شریک نماز ہونا چھوڑ دیا اور شہر سے نکل گئے۔

عبدالملک بن مروان کی بیعت جب لوگوں نے کی تو اُنھوں نے ایک خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ مُسلمانوں نے تمھاری بیعت پر اتفاق عام کیا ہے میں بھی اِسی چیز میں داخل ہوتا ہوں جس میں مُسلمان داخل ہُوئے ہیں۔ یزید بن معاویہ کے بیعت کی خبر جب اُن کو پہنچی تو اُنھوں نے کہا کہ اگر یہ خیر ہے تو ہم اسپر راضی ہیں۔ اور اگر بلا ہے تو ہم صابر ہیں

استغنا و قناعت باوجود اس فقر و فاقہ کے حضرت عبداللہ بن عمر ہمیشہ مستغنی اور قانع رہے۔ وہ اگرچہ کسیکا ہدیہ واپس نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ عبدالعزیز بن مروان نے زمانہ فتنہ میں اُن کے پاس کچھ مال بھیجا اُنھوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ عمران بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میری پھوپی رملہ نے اُن کے پاس دو سو دینار بھیجے اُنھوں نے اُس کو لے لیا اور اُن کو دعا دی۔ لیکن اِس کے ساتھ اُنھوں نے کِسی سے سوال نہیں کیا ایک دفعہ عبدالعزیز بن ہارون نے اُن کو لکھا کہ آپ کی جو حاجت ہو مجھ سے طلب فرمائیے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ (اپنے اہل و عیال سے (دینے لینے میں) ابتدا کرو اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور میرا خیال ہے کہ دینے والا ہاتھ اوپر کا ہے اور لینے والا نیچے کا۔ میں آپ سے نہ سوال کرونگا نہ اُس مال کو رد کرونگا جسکو خدا نے میری طرف بھیجا ہے۔ ایکدفعہ امیر معاویہ نے عمرو بن عاص کو خفیہ طور پر اِس کام کے لئے مقرر کیا کہ وہ خلافت کے مُتعلق حضرت عبداللہ بن عمر کا خیال دریافت کریں۔ اِس بنا پر عمرو بن عاص نے اُن سے کہا کہ آپ کیوں نہیں آمادہ ہوتے کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ آپ رسول اللہ کے صحابی ہیں۔ امیر المومنین کے لڑکے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ بجز چند لوگوں کے تمام لوگ آپ کی بیعت پر طیار ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر تین کافر بھی راضی نہونگے تو مجھے خلافت کیضرورت نہیں۔

جب عمرو بن العاص کو یقین ہو گیا کہ وہ خلافت کیلئے جنگ وجدال کرنا نہیں چاہتے تو اُنھوں نے کہا کیا آپ اُس شخص (یزید) کی بیعت پر راضی ہیں جس کے لئے تقریبًا سب لوگ آمادہ ہو گئے ہیں اِس کے صلہ میں آپ کو اِسقدر جائداد و مال لکھدیا جائیگا کہ اُس کے بعد آپ اور آپ کی اولاد کسیکی محتاج نرہیگی۔ اُنھوں نے غصّہ سے کہا کہ میرے پاس سے نکلو۔ پھر کبھی نہ آنا میرا دین تمھارے دینار و درہم کے لئے نہیں ہے۔ میری تمام تر خواہش یہ ہے کہ میں جب دنیا کو چھوڑ دوں تو میرا ہاتھ صاف و پاک ہو۔

ایک مرتبہ امیر معاویہ نے ایک لاکھ (درہم یا دینار طبقات ابن سعد میں تعین نہیں ہے) بھیجے اور چاہا کہ وہ اِس لالچ سے یزید کی بیعت کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا میرا دین اِسقدر سستا ہے

صدقہ و زکوٰۃ کے مال سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ ایک بار اُنھوں نے اپنی ماں پر ایک غلام صدقہ کیا اتفاق سے وہ غلام بازار میں ہو کر گذرا وہاں ایک شیردار بکری فروخت ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر چونکہ دودھ سے افطار کرنا زیادہ تر پسند کرتے تھے اِس لئے اُنھوں نے غلام سے کہا کہ اپنے مال سے اِسکو خرید لو۔ چنانچہ جب افطار کے وقت اُس کا دودھ اُن کے سامنے رکھا گیا تو اُنھوں نے فرمایا۔ یہ دودھ بکری کا ہے۔ بکری غلام کے مال کی ہے اور غلام صدقہ کا ہے اسکو ہٹاؤ مجھے ضرورت نہیں۔

فیاضی اور ایثار نفسی اِس فقر و فاقہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر عرف تانع

اور مستغنی المزاج ہی نہیں تھے بلکہ وہ بہت بڑے فیاض اور جواد بھی تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ اُن کے پاس ۲۰ ہزار درہم یا دینار (کیونکہ طبقات بن سعد میں تصریح نہیں) آئے۔ اُنھوں نے لوگوں کو دینا شروع کیا یہانتک کہ اُسکو دیکر اُٹھے بلکہ اُس کے ساتھ اور مال کا بھی اضافہ کیا۔ اخیر میں ایک آدمی آیا لیکن تمام مال صرف ہو چکا تھا اس لئے جن لوگوں کو دے چکے تھے اُن میں بعض سے قرض لیکر اُسکو بھی دیا۔ اور عام طور پر حالتِ قیام میں روزے رکھتے تھے۔ لیکن جب کوئی مہمان آتا تو روزہ توڑ ڈالتے۔ کیونکہ سخاوت اور فیاضی کیوجہ سے وہ کھلانا پلانا پسند کرتے تھے۔ لیکن اُن کی فیاضی بے محل نہیں ہوتی تھی وہ اِس کا مصرف خوب پہچانتے تھے۔ چنانچہ اِن کے یہاں جب کوئی کھانا پکتا اور اُن کے پاس کسی صاحب مقدرت کا گذر ہوتا تو وہ اُسکو مدعو نہیں کرتے البتہ اُن کے بیٹے اُس کو بُلا لیتے تھے لیکن جب کوئی مسکین آنکلتا تو وہ اُسکو مدعو کرتے اور اُن کے بیٹے اِس کیطرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو اس کھانے کی خواہش رکھتا ہے اُسکو تو یہ لوگ چھوڑ دیتے ہیں اور جو خواہش نہیں رکھتا اُسکو پوچھتے ہیں۔ اُن کی عام عادت یہ تھی کہ وہ بغیر کسی مسکین کے کھانا نہیں کھاتے۔ بلکہ خود اپنا کھانا مسکینوں کو کھلا دیتے۔ اِسوجہ سے وہ بہت لاغر اور ضعیف ہو گئے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے اُن کی بی بی کو ملامت کی کہ تم اُن کی خدمت اچھی طرح نہیں کرتیں اُنھوں نے کہا کہ میں کیا کروں جب اُن کے لئے کوئی کھانا پکتا ہے تو وہ مساکین کو کھلا دیتے ہیں اُن کی اِس عام عادت کی بناء پر جب وہ مسجد سے نکلتے تو فقراء اُن کے راستے میں آ بیٹھتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حسب معمول اُن کی بی بی نے اُن فقراء کے پاس کھانا بھیجا اور کہا کہ اُن کے راستے میں اب نہ بیٹھا کرو۔ اور وہ بلائیں تو نہ آؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر گھر میں داخل ہوئے تو اُن فقرا کے لئے کھانا بھیجنے کی فرمائش کی لیکن وہ اُن کی بی بی کے منع کرنے سے نہیں آئے۔ اِس بناء پر فرمایا کہ کیا تم لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ میں آج کی رات کھانا نہ کھاؤں۔ چنانچہ اِس رات کو نہ کھایا۔

اُن کے ہاتھ سے جو مال نکل جاتا اُس کو پھر واپس نہیں لیتے۔ عطا کا بیان ہے کہ میں نے ایکبار اُن کو دو ہزار درہم قرض دئے اُنھوں نے جب اُس قرض کو چکایا تو میں نے اُن کے درہم کا وزن کیا۔ وہ وزن میں دو سو درہم زیادہ نکلے میں نے اُن سے یہ واقعہ بیان کیا اُنھوں نے فرمایا اب وہ تُمھارے ہیں۔

عام قاعدہ یہ ہے لوگ پسندیدہ چیز کے ساتھ سخاوت و فیاضی نہیں کرتے۔ لیکن عبداللہ بن عمر کا حال بالکل اِس کے برعکس تھا وہ اُسی چیز کو دیتے جو اُن کو سب سے زیادہ محبوب ہوتی۔ نافع سے مروی ہے کہ اُنھوں نے حج کے لئے ایک دفعہ اونٹنی خریدی جب چلے تو اُس کی چال خوش آئی۔ اونٹنی کو فوراً بٹھا کر اُتر پڑے اور مجھ سے کہا کہ اِس کی لگام اور کجاوہ اُتار کر جُھل اُڑھا دو اشعار کرو۔ اور قربانی کی اونٹنیوں میں داخل کر لو۔

اُن کی ایک لونڈی تھی جب وہ اُن کو زیادہ پسند آئی تو اُس کو آزاد کر کے اپنے ارادہ نہ غلام سے اُس کا نکاح کر دیا۔ چنانچہ اُن کے تمام لونڈی غلاموں کو اُن کی اِس عادت کا عِلم تھا۔ اِس بناء پر وہ ایسی حالت میں اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ اُن کو خواہ نخواہ پسند آجائیں۔ یہانتک کہ اُن کے بعض غلاموں نے نہایت مستعدی کے ساتھ مسجد میں بالتزام رہنا شروع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے جب اُسکے جوش مذہب کی یہ حالت دیکھی تو اُس کو آزاد کر دیا۔ لوگوں نے کہا یہ خلوص نہیں ہے۔ آپکے غلام آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اُنھوں نے کہا جو شخص ہمکو خدا کے لئے دھوکا دیتا ہے ہم اُس کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔

اُن کی یہ عادت اپنے ہی غلاموں کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ اور لوگوں کے غلام بھی اِس سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ نافع کا بیان ہے کہ وہ اپنے رفقاد کے زمرہ میں ایک دفعہ مدینہ کے بعض اطراف میں نکلے اور کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا گیا۔ اتفاق سے ایک بکری کے چرواہے کا گذر ہوا اُسنے سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اُسکو شریک طعام کرنا چاہا اُسنے عذر کیا کہ میں روزے سے ہوں اُنھوں نے فرمایا ایسے گرم دن میں روزہ رکھتے ہو اور پھر بکریاں بھی چراتے ہو۔ اِس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر نے اُس کے تقوے کا امتحان لینا چاہا۔ چنانچہ اُس سے پوچھا گیا کہ اگر یہ بکریاں فروخت کرو تو ہم قیمت ادا کر دیں اور تمھارے افطار کے لئے گوشت بھی دیں اُس نے کہا یہ بکریاں میری نہیں ہیں میرے آقا کی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو تمھارا آقا کیا کریگا۔ وہ چرواہا آسمان کیطرف اُنگلیاں اُٹھا کر این اللہ این اللہ (خدا کہاں ہے خدا کہاں ہے) کہتا ہوا چلا۔ مطلب یہ تھا کہ خدا تو اِس بددیانتی کو جان لیگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو اس کا یہ قول پسند آیا اور اُسکو بار بار دوہراتے رہے چونکہ اُس کی دیانت اور مذہبی پابندی سے بیحد خوش ہوئے تھے اِس لئے جب مدینہ میں آئے تو اُس کے آقا سے بکریوں سے سمیت اُسکو خرید کر کے آزاد کر دیا اور بکریاں خود اُسکو بخشدیں۔

ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے اس لئے اُنکے لئے انگور کے پانچ چھ دانے ایک درہم کو خریدے گئے اتفاق سے ایک سائل کا گذر ہوا۔ اُنھوں نے حکم دیا کہ یہ انگور اُس کو دیدو۔ لوگوں نے کہا ہم اسکو کچھ اور دینگے لیکن وہ مصر ہوئے تو وہ انگور اُس کو دیکر دوبارہ اُس سے خریدنا پڑا۔

ایک دفعہ راستے میں کھجور پائی۔ مُنھ تک لیجانے بھی نہ پائے تھے کہ سائل کا گذر ہوا اور وہ اُس کو دیدی۔

ایک مرتبہ اُن کو مچھلی کی خواہش ہوئی۔ جب مچھلی بھون کر اُن کے سامنے رکھی گئی تو ایک سائل کا گذر ہوا وہ اُسکو اُٹھا کر دیدی۔

تواضع وانکسار حضرت عبداللہ بن عمر مجسّم تواضع و انکسار و اخلاق حسنہ تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں بازار میں صرف اِس لئے نکلتا ہوں کہ میں سلام کروں یا خود مجھ پر سلام کیا جاوے۔ لیکن اِس سے یہ

سمجھنا چاہیے کہ وہ کسی کے سلام کے منتظر رہتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے سلام کا جو جواب دیا جائیگا وہی مجھپر سلام ہوگا۔ وہ ہمیشہ پہلے سلام کرتے تھے اور اس میں امیر و غریب کسی کی بالکل تفریق نہ تھی ایک دفعہ ایک شخص کو اُنھوں نے سلام کیا لوگوں نے کہا یہ تو یہودی ہے آپ نے فرمایا تو میرا سلام لوٹا دو۔ ایکدفعہ ایک حبشی کے پاس ہوکر گذرے اور اُسکو سلام کیا لیکن اُسنے جواب نہیں دیا۔ لوگوں نے کہا یہ حبشی طمطانی ہے آپ نے فرمایا طمطانی کسکو کہتے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ ابھی تازہ تازہ کشتی سے نکالا گیا ہے۔ یعنی نووارد ہے آپنے فرمایا ہم تو گھر سے صرف اسی لئے نکلتے ہیں کہ ہم خود سلام کریں اور ہمپر سلام کیا جائے۔ ایکدفعہ رستے میں گذرے اور سلام کرنا بھول گئے یاد آیا تو لوٹے اور عذر کیا کہ میں سلام کرنا بھول گیا تھا اب سلام کرتا ہوں اُن میں اگرچہ باوجود اس زہد و تقوی کے رہبانیت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ نافع کا بیان ہے کہ میں نے اُنکو پانچسو تک کی چادر اوڑھے ہوئے دیکھا ہے لیکن انکسار و غرور سے بچنے کے لئے عموماً زیادہ بیش قیمت اور پر تکلف نہیں پہنتے تھے۔ قزعہ عقیلی کہتے ہیں کہ حالت احرام میں اُن کو ایک دفعہ سردی معلوم ہوئی۔ اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ میرے اوپر چادر ڈال دو۔ میں نے اُن کو ایک چادر اڑھا دی بیدار ہوئے تو اُسکے نقش و نگار اور بوٹوں کو جو ریشمی تھے دیکھنے لگے۔ اور فرمایا کہ اگر یہ بوٹے نہ ہوتے تو اُس کے اوڑھنے میں کوئی ہرج نہ تھا۔

ایکدفعہ کسی نے اُن کو ہروی کپڑے جو نہایت بیش قیمت ہوتے تھے ہدیتہً دئے۔ اُن کو یہ کہکر واپس کر دیا کہ اس کے پہننے میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ لیکن ہم کبر و غرور کے خوف سے اسکو نہیں پہن سکتے۔

وہ تواضع و انکسار کیوجہ سے کوئی لفظ اپنی شان سے بالاتر سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اُن سے پوچھا آپ کون ہیں۔ آپنے فرمایا جو تم کہو میں وہی ہوں۔ اُسنے کہا آپ سبط ہیں آپ وسط ہیں۔ اُنھوں نے کہا سبحان اللہ سبط تو بنی اسرائیل میں سے تھا اور وسط تمام اُمت محمدیہ ہے البتہ ہم قبیلہ مضر کے اوسط ہیں۔ وہ ہمیشہ اسکو مکروہ سمجھتے تھے کہ اُن کو کوئی دوسرا شخص وضو کرائے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں اُن کے ساتھ سفر میں ہوتا تھا۔ جہانتک ممکن ہوتا وہ اپنا کام خود کرتے تھے یہانتک کہ خود اونٹ کا پاؤں دباتے تو میں اُسپر سوار ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے عام طور پر لوگ فتوے پوچھا کرتے تھے۔ دنیادار اور جاہ پرست عالموں کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ صحیح طور پر نہیں معلوم ہوتا تو اپنے بھرم قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں اور صاف طور سے عدم علم کا اعتراف نہیں کرتے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عمر سے جب کوئی فتوٰی پوچھا جاتا اور آپ کو اُس کا صحیح جواب نہ معلوم ہوتا تو صاف طور پر کہدیتے اور اُسپر فخر کرتے تھے اور یہ اُن کی صداقت اور انکسار کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ایک دفعہ اُن سے ایک شخص نے ایک سوال کیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ جب وہ واپس چلا تو فخریہ کہنے لگا کہ ابن عمر سے ایک بات پوچھی گئی جو اُسکو معلوم نہ تھی۔ اُس نے صاف کہدیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے قضاوت کی خدمت کبھی قبول نہیں کی۔ حضرت عثمانؓ نے اُنسے یہ خدمت لینا چاہی۔ لیکن اُنھوں نے کہا کہ نہ میں دو آدمیوں کی امامت کرونگا نہ دو آدمیوں کا مقدمہ فیصل کرونگا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تین قسم کے قاضی ہوتے ہیں ایک وہ جو جہالت کے ساتھ قضاوت کرتا ہے تو اُس کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔ دوسرا وہ جو عالم ہے لیکن مائل الی الدنیا ہے اُس کا گھر بھی دوزخ ہے تیسرا وہ ہے جو اجتہاد کرتا ہے اور صحیح رائے قائم کرتا ہے تو اُس کو نہ عذاب ہوگا نہ ثواب حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ آپکے باپ تو قضاوت کرتے تھے اُنھوں نے کہا جب کوئی پیچیدہ بات آپڑتی ہے تو وہ رسول اللہ سے پوچھ لیتے اور اگر رسول اللہ کو وہ بات نہ معلوم ہوتی تو وہ جبرئیل سے دریافت کر لیتے۔ لیکن اگر ایسا ہو تو میں کس سے پوچھوں؟

حق گوئی

حضرت عبداللہ بن عمر متضاد خیالات کے جامع تھے۔ ایک طرف تو اُن میں یہ تواضع و انکسار تھا کہ حبشی تک کے سلام سے دریغ نہ کرتے تھے۔ لیکن دوسری طرف یہ حق گوئی تھی کہ حجاج امیر معاویہ عبدالملک بن مروان جیسے بادشاہوں سے بھی نہیں دبتے تھے۔ یاد ہوگا کہ وہ عبدالملک بن مروان کی بیعت پر راضی ہو گئے تھے کیونکہ اسلام نے ظالم سے ظالم بادشاہ تک کی اطاعت کا حکم دیا ہے لیکن یہ رضامندی اُسی حد تک تھی جہانتک شرعی احکام اجازت دیتے تھے ورنہ امور خلاف شریعت میں وہ اُن بادشاہوں کا ذرا بھی خوف نہیں کرتے تھے۔ جناب رسالت پناہ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں دستور تھا کہ خط کی ابتدا بھیجنے والے کے نام سے کیجاتی تھی اُس کے بعد مکتوب الیہ کا نام لکھا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ بظاہر یہ بے ادبی تھی اِسلئے سلاطین فارس کے یہاں ابتدا بادشاہ کے نام سے ہوتی تھی اور لکھنے والے کا نام نیچے لکھا جاتا تھا جیسا کہ اِس زمانہ میں دستور ہے۔ خلافت راشدہ کے گذرنے کے بعد خلفاء بنو امیہ نے بھی یہی سلاطین فارس کا طریقہ اختیار کر لیا تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عمر چونکہ بیحد متبع سنت تھے اِس لئے وہ اِس طریقہ کے پابند نہیں ہو سکتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ اُنھوں نے عبدالملک بن مروان کو جبکہ وہ خلیفہ ہو چکا تھا ایک خط لکھا اور اُسکی ابتدا اپنے نام سے کی۔ لوگوں نے شکایت کی وہ اپنا نام آپ کے نام سے پہلے لکھتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا عبداللہ ابن عمر کی ذات سے تو یہ بھی غنیمت ہے یاد ہوگا کہ جب امیر معاویہ نے یہ اعلان کیا کہ مجھ سے زیادہ خلافت کا کون مستحق ہو سکتا ہے تو اُنھوں نے صاف صاف کہنا چاہا کہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کی حالتمیں تم سے اور تمھارے باپ سے لڑائی کی۔ لیکن امیر معاویہ کے ڈر سے نہیں بلکہ فتنہ و فساد اور عقبیٰ

کے خوف سے رُک گئے۔

حجاج ظلم وستم میں عام طور پر مشہور ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عمر نے شرعی احکام وعقائد کے متعلق کبھی اُس کے سامنے مداہنت نہیں اختیار کی۔ ایک مرتبہ اُس نے ممبر پر خطبہ دیا کہ عبداللہ بن زبیر نے قرآن مجید کو محرف کر ڈالا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے نہایت آزادی کے ساتھ کہا تم جھوٹ بکتے ہو۔ تم جھوٹ بکتے ہو۔ تم جھوٹ بکتے ہو۔ نہ تم کو یہ طاقت ہے نہ ابن زبیر کو یہ قدرت حاصل ہوسکتی ہے۔ حجاج نے کہا خاموش رہو۔ تم بڑھاپے سے پیر خرف ہوگئے ہو۔ تمھاری عقل چلی گئی ہے۔ قریب ہے کہ اِس بڈھے کو پکڑ کر اِس کی گردن مار دیجائے۔ اور اُس کو اہلِ بقیع کے لونڈے گھسیٹتے پھریں۔

اِسی طرح ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا۔ خطبہ دیتے دیتے شام ہوگئی۔ نماز کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا اے شخص نماز کا وقت آگیا اب بیٹھ جا۔ ان الفاظ کا تین مرتبہ اعادہ کیا۔ لیکن وہ باز نہ آیا۔ چوتھی بار اُنھوں نے قوم کیطرف خطاب کر کے کہا اگر میں اُٹھ جاؤں تو کیا تم لوگ اُٹھنے کیلئے تیار ہو لوگوں نے جوابدیا کہ ہاں ہم طیار ہیں۔ یہ کہکر اُٹھے اور حجاج سے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تمھیں نماز کی ضرورت نہیں ہے۔ حجاج ممبر سے اُترا آیا اور نماز پڑھی نماز کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر کو بُلا کر پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ ہم نماز کے لئے آتے ہیں اِس لئے جب نماز کا وقت آجائے تو ٹھیک وقت پر نماز پڑھ لو۔ اِس کے بعد جو چاہے بکا کرو۔ ابن سعد کے بعینہٖ الفاظ یہ ہیں ثم یقبق لعد ذلک ماشئت من بقبقۃ اور یہی صاف گوئی اُن کی موت کا باعث ہوئی۔ کیونکہ اِس دشمنی کیوجہ سے حجاج کے حُکم سے ایک شخص نے ایام حج کی بھیڑ بھاڑ میں زہر آلود نیزہ اُن کے پاؤں میں چبھو دیا اور اُس کے زخم سے آپ نے وفات پائی۔ یہ بھی روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے زمانۂ حج میں حجاج کو حضرت عبداللہ بن عمر کی اقتداء کا حکمدیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مواقف حج میں اُس کے آگے آگے رہتے تھے اور یہ اُسکو ناگوار ہوتا تھا۔ اِس بناء پر اُس نے یہ حرکت کی بہر حال حضرت عبداللہ بن عمر کی ذات اسلام کی تمام خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ جن کے حالات پڑھ کر اسلام کی خوبیوں کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

جلسہ مذاہب اور وکیل

گذشتہ سال جو جلسہ مذاہب کلکتہ میں ہوا تھا اور امسال الہ آباد میں ہونیوالا ہے اُس کے متعلق اخبار وکیل میں مندرجہ ذیل ریمارک شائع ہُوا ہے:-

ہندوستان میں متعدد قومیں آباد ہیں اور اِن میں تقریباً ہر ایک کے مختلف مذہب ہیں۔ جدت پسند نگاہوں کی کوشش سے سال گذشتہ اِن مذاہب کی ایک انجمن تجویز ہوئی تھی اور کلکتہ میں ایک مختصر جلسہ بھی ہُوا تھا جس میں **کوئی مشہور مسلمان شریک نہیں ہُوا تھا**۔ اِس سال الہ آباد میں اِس جلسہ کے لئے آئندہ جنوری کا مہینہ مقرر ہے۔ ابھی تاریخ کی تعین نہیں ہُوئی ہے۔ ہم کو اِس کے متعلق دو باتیں کہنی ہیں (۱) موجودہ حالتیں یہ ناممکن نظر آتا ہے کہ ایسے جلسوں سے امر حق ظاہر ہوسکے۔ ممکن ہے کہ کوئی فرقہ یا کوئی شخص اپنے مذہب کی حقانیت کا دل سے قائل نہو۔ لیکن مقابلہ میں آنے پر اپنے اپنے مذہبوں کی حمایت فرض سمجھ لیجاتی ہے اور آزاد خیال اشخاص بھی اِس باب میں پکے کنسرویٹو بنجاتے ہیں۔ اس بے نتیجہ کوشش سے بہتر یہ ہے کہ جلسہ کو اقوام ہند کی مذہبی مجلس کیصورت میں تبدیل کر دیا جائے اِس کے اجلاس میں ہر ایک مذہب کے قائم مقام شریک ہوں۔ فرداً فرداً تمام مذاہب کی ترقی وفروغ کے لئے تدبیریں سوچی جائینگی۔ عملی رزولیوشن پاس ہوں اور زیادہ کوشش اِس امر کی کیجائے کہ ہر ایک مذہب کے اخلاقی تعلیمات کا حصّہ اُس مذہب کے پیرووں میں عمومیت کے ساتھ پھیل سکے۔ ہندوستان مذہبی ملک ہے اور ہندوستان کی تمام قومیں صرف مذہبی روح سے زندہ ہوسکتی ہیں۔ مذہبی زندگی کو مہذب اور بااصول بنانے اور مذہب کی اخلاقی تعلیم کو پھیلانے کا اگر مناسب انتظام کیا جائے تو تہذیب وشائستگی اور تمدن کی حیثیت سے ہندوستان کسی ترقی یافتہ ملک سے پیچھے نہ رہیگا لائق مسلمان گو اب تک اِس جلسہ میں شریک نہیں ہوئے اور نہ آئندہ شریک ہونا چاہتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اِس بے تعلقی کا جو مقصود تھا وہ حاصل نہو سکا اسلام کی نسبت جو غلط خیالات پیدا ہونے تھے وہ ہوچکے اب اس کا ازالہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ قابل ترین مسلمان جلسہ میں شریک ہوکر اسلام کے صرف اِس پہلو کو نمایاں کریں کہ دُنیا کی ترقی کے لئے یہ مذہب کسقدر مفید ہے اور علوم وتمدن کو اِس سے کہانتک تقویت پہنچ سکتی ہے۔ دُوسرے مذاہب کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے محض اپنے مذہب کے سچے اصول پر بحث کافی ہے۔ شریک ہونیوالے صاحبوں کو مینجر بی۔ڈی باسو جائنٹ سکرٹری الہ آباد سے خط وکتابت کرنی چاہئے۔

اِس ریمارک میں پہلی غلط بیانی تو یہ کیگئی ہے کہ گذشتہ اجلاس کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اِس میں **کوئی مشہور مسلمان شریک نہیں ہُوا** اگر اِس سے ایڈیٹر صاحب کی یہ مراد ہے کہ **ایڈیٹر وکیل** شریک نہیں ہوا۔ اور وہی ایک مشہور مسلمان ہے تو یہ ریمارک درست ہوسکتا ہے۔ ورنہ یہ محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ کلکتہ کی مذہبی کانفرنس میں اسلام پیش کیا گیا۔ اور اسلام کے متعلق جو مضمون پڑھا گیا تھا اسے اہل کلکتہ نے نہایت دلچسپی اور خوشی سے سُنا اور اُس کی بیحد تعریف کی۔ اور بڑے زور سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اسلام کے متعلق ایک لیکچروں کا سلسلہ کلکتہ میں جاری کیا جاوے۔ کلکتہ کے نامور اخبارات میں اسٹیٹسمین کے ریمارک لکھے گئے ایسی حالتیں ایڈیٹر وکیل کا یہ ظاہر کرنا کہ کوئی مشہور مسلمان اِسمیں

شامل نہیں ہوا صرف ناواقفی پر مبنی ہے۔ ہاں میں یہ تسلیم کرنے کو طیار ہوں کہ اسلام پر جو مضمون پڑھا گیا وہ اُن لوگوں کیطرف سے تھا جو بدون کسی نمائش اور تکلف کے اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں یعنی

سلسلہ عالیہ احمدیہ کیطرف سے

جو اشاعت اسلام کے لئے خاص غیرت وحمیت رکھتا ہے اور کوئی موقعہ جو اِسے اشاعت اسلام اور حقائق قرآن کے اظہار کامل کے وہ ہاتھ سے نہیں دیتا۔ ہاں اِسی سلسلہ کیطرف سے جسکا ایک شائع کردہ مضمون **اشاعت اسلام** صاحب وکیل نے دکھ ... وکیل ٹریڈنگ کمپنی کی تالیفات کے سلسلہ میں چھاپکر فخر سے شائع کیا ہے۔ پس یہ مضمون جو کلکتہ کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا گیا وہ ایسے ہی دل ودماغ کا نتیجہ تھا۔

اِس غلط فہمی کے رفع کرنے کے بعد آئندہ کانفرنس کے متعلق جو رائے وکیل نے دی ہے مجھے اسپر نظر کرنا ہے۔ ایڈیٹر صاحب وکیل نے اِس کانفرنس کو

اقوام ہند کی مذہبی مجلس

کیصورتمیں تبدیل کر دینے کا مشورہ دیا ہے۔ اور مجلس مذکور میں جو کام ہو اسکی تصریح کی ہے جسکو مینے زیر خط لکھدیا ہے یہ رائے ایسی سقیم اور کمزور ہے کہ ایڈیٹر وکیل کیطرف منسوب کرتے ہوئے مجھے افسوس اور شرم آتی ہے۔ کیونکہ اِس سے بڑھکر مضحکہ خیز رائے کیا ہوگی کہ تمام مذاہب کے قائم مقام شریک ہوکر اپنے مذاہب کی ترقی کی تدابیر پر غور کریں۔ یہ کام مختلف مذاہب کی مذہبی کانفرنس کا نہیں ہو سکتا اور قطعاً نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ تو ہر ایک مذہب کی اپنی **کانفرنس کا کام** ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حفاظت اور اشاعت کے اسباب وذرائع پر غور اور بحث کرے۔ کیونکہ ہر ایک مذہب کے اغراض جدا ہیں اسلام تمام مذاہب پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ برخلاف اِس کے عیسائیت کے حامی اِسے مٹانے کی فکر میں ہیں اب ایک عیسائی اور مسلمان اکٹھے ہوکر تدابیر ترقی مذاہب کی کیا تجویز کرینگے۔ جو تدابیر عیسائی اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے سوچیگا وہ اسلام کے لئے مُضر ہیں اور جو مسلمان قرار دیگا وہ عیسائیت کے لئے وبال جان ہیں وقس علیٰ ہذا۔ ایسی حالتمیں ایڈیٹر صاحب وکیل کی رائے نہایت ہی

بودی اور کمزور ہے

کسی مذہبی کنفرنس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ مختلف مذاہب کے قائم مقام اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ آخر قلوب تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور وہی کسی تقریر اور بیان میں اثر ڈال سکتا ہے۔ اشاعت اِسلام کرنے والوں کا یہ کام نہیں کہ وہ مسلمان بھی کریں۔ قبول حق کے لئے توت اور توفیق دینا اور کسی بیان یا تقریر کو موثر بنا دینا یہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ جب کہ انبیاء علیہم السلام بھی اِس امر پر قادر نہیں کہ وہ **جتنے لوگوں کو سنائیں** اُنھیں اپنا ہم عقیدہ ہی بنائیں **تو کسی** اور کے لئے کب ممکن ہے۔

اِس قسم کی مذہبی کانفرنسوں سے **بڑا بھاری فائدہ** یہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے متعلق جو **غلط فہمیاں** پیدا ہوئی ہیں وہ دور ہو سکتی ہیں۔ اور فہیم **طبقہ میں اسلام** کے متعلق مطالعہ کرنے کی دلچسپی پیدا ہو جاوے۔ پس اِس لحاظ سے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس میں شریک ہوں۔ ہاں میری دانست میں یہ زیادہ مبارک ہوگا کہ متعدد آدمی اپنے اپنے مضامین لکھیں اور پھر چند فہیم اور ذیعلم آدمیوں کی کمیٹی جس مضمون کو پسند کرے اُسے پیش کیا جاوے یہ تو ایک اتحادی صورت ہو سکتی ہی۔ مگر مجھے اُمید نہیں مسلمان اسپر توجہ کریں۔

این ماتم سخت است کہ گویند جوانمرد

عالیجناب ٹھاکر سردار بہادر سنگھ صاحب دیوان ریاست **اجی گڈھ** نے نہایت افسوس اور دلی رنج سے یہ خبر بھیجی ہے کہ ہز ہائنس سوائی منجھلے مہاراج صاحب بہادر کی **رانی صاحبہ** نے انتقال فرمایا اور رانی صاحبہ موصوفہ کے انتقال پر یہ کہنا بالکل درست ہے

این ماتم سخت است کہ گویند جوانمرد

منجھلے مہاراج صاحب بہادر سے ایڈیٹر الحکم کو ذاتی نیاز حاصل ہے۔ اور وہ آپ کے اخلاق اور متین وفہیم طبیعت کا بدل معترف ہے۔ اِس لئے اس صدمہ میں وہ ہز ہائنس سے اور **اجیگڈھ** کے **شاہی خاندان** سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے

رانی صاحبہ موصوفہ اپنی خداداد قابلیت اور فہم وفراست اور نیکیوں کیوجہ سے شاہی خاندان میں نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں۔

موت ایک ایسی ناگزیر راہ ہے کہ اسپر ہر امیر وغریب شاہ وگدا کو اپنے وقت پر گذرنا پڑتا ہے۔ اِس لئے مجال دم زدن نہیں۔ چونکہ ریاست اجیگڈھ کے فرمانروا بزرگ صورت، **مہاراجہ صاحب بہادر** شاہی دل ودماغ اور حکومت کے ساتھ ایک دھڑکتا دل رکھتے ہیں اسواسطے مجھے ضرورت نہیں کہ رسمی طور پر صبر کی تلقین کروں۔ ہز ہائینس میرے الفاظ سے بہت ہی زیادہ اپنے نمونہ سے حکمراں خاندان کے تمام ممبروں اور خصوصاً جناب منجھلے مہاراج صاحب بہادر کو صبر وتسلی کا ایک موثر اُپدیش دینے والے ہیں۔ اِس لئے اس حصہ کو میں ہز ہائنس ہی کے لئے چھوڑتا ہوں۔ ایسا ہی میں مناسب نہیں سمجھتا کہ دردناک پیرایہ میں اس صدمہ کی تصویر کھینچوں جو ہز ہائنس منجھلے مہاراج صاحب کو ایک غمگسار اور اپنی زندگی کی ہمراز ومونس رانی کی ناگہانی وفات سے اور معصوم بھولے بھالے ننھے راجوں کو شفیق والدہ کی گود سے الگ ہونے کا ہوا ہے کیونکہ یہ تذکرہ درد افزا ہوتا ہے پس میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اجیگڈھ کے حکمراں خاندان پر اپنا فضل کرے اور اِس غم میں وہ ان کے لئے تسلی اور اطمینان کا نور اپنے نازل کرے۔ جو تمام کوفتوں اور غموں کی تاریکی کو دور کردی آمین!

درخواست دعا

بابو عبدالرحمٰن صاحب ٹریژری کلارک انبالہ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نہایت مخلص اور سرگرم رکن ہیں اپنے بیمار

بھائی عبد الحکیم کورٹ آف وارڈ کلارک انبالہ کی صحت کے لئے احباب کی دردمندانہ دعاؤں کے لئے درخواست کرتے ہیں۔ منشی عبد الحکیم پانچ ماہ سے بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے حضور بھی وہ علاج کے لئے پہنچے ہیں۔ اور اب لاہور سے ہوکر انبالہ واپس جائینگے۔

دعاؤں سے احباب اپنے مخلص بھائی کی مدد کریں

محمڈن مشنری سوسائٹی یا اسلامی مبلّغین کی جماعت

غالباً ملک وقوم کو مدرسہ الٰہیات کے وجود اور اُس کے مقاصد سے بیخبری نہیں ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ کچھ حصّہ کو اس کی برکات سے لاپرواہی ہو مگر اُمید لگائی جاتی ہے کہ مدرسہ کے متواتر علمی کارنامے رفتہ رفتہ اِس لاپرواہی کو بھی دور کرنے میں کامیاب ثابت ہونگے۔ قوم کو معلوم ہے کہ مدرسہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ محمڈن مشنریز یا اسلامی مبلّغین کی جماعت طیار کرکے اشاعت اسلام کے صیغہ کو باقاعدہ انجام دیا جائے چنانچہ اِس غرض کے لئے دو سال تک طلباء کو اشاعت اسلام کے متعلق ضروری علوم کی ترقی دیجاتی رہی اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۷ طالبعلم فارغ التحصیل ہوئے اور انہیں دنوں میں ان کے عطاء سند کا ایک عظیم الشان جلسہ قرار پایا تھا جس سے قوم کو بخوبی واقفیت حاصل ہوچکی ہے۔ لیکن ابھی مدرسہ کا اصلی مقصد پورا نہوا تھا کیونکہ وہ تعلیم کو عمل کا صرف ایک آلہ سمجھتا ہے نہ کہ مقصود بالذات اور نصب العین بلکہ اُس کا مقصد۔ اور فرض اُسوقت پورا ہوتا جب وہ اشاعت اسلام کے کام میں عملی حصّہ لینا شروع کرتا اور حق یوں ہے کہ یہی مدرسہ کی زندگی کا زرین دور ہوسکتا ہے۔ اِس نقطہ پر پہنچکر افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں ابتک کوئی باقاعدہ محمڈن مشنریز سوسائٹی قائم نہیں ہے جو کہ مسیحی سوسائٹیوں کے مانند باضابطہ طور پر ترویج دین کا کام انجام دے اور قوم کو اُسپر کافی بھروسہ ہو ورنہ مدرسہ کی خاموش اور اتحاد آمیز پالیسی کا پہلا فرض یہ ہوتا کہ اپنے طلباء کو اس مرکز سے متعلق کرکے اپنے عملی کاموں کو اِس جماعت کے ہاتھوں میں دیدیتا۔ اِن مجبوری سے اِسکو اشاعت اسلام کی عملی صیغہ کو اپنے ہی ہاتھوں میں لینا پڑا۔ اور آج وہ مبارک دن ہے جبمیں مدرسہ الٰہیات کانپور نے قومی ضروریات کے لحاظ سے محمڈن مشنری سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ کل فارغ التحصیل طلبہ کو اُس نے کافی تنخواہوں پر ملازم رکھکر سات مختلف مقامات تبلیغ و ترویج کے لئے اُن کے سپرد کر دئے۔ اِن مشنریوں کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اصلی مقاصد کے ضمن میں گورنمنٹ انگلشیہ کی برکات اور خوبیوں کو پبلک پر ظاہر کرتے ہوئے تاج اور تخت کی وفاداری دلوں میں مرکوز کریں۔ اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کے لئے یہ قاعدہ رکھا گیا ہے کہ یہ مشنریز اپنی مقامی انجمنوں سے بلا کسی معاوضہ کے تعلق ارتباط قائم رکھینگے۔ اور کبھی اپنے کو اُن سے علیحدہ نہ سمجھینگے۔ ہاں اُن کا اصلی تعلق اور گہرا تعلق اپنے مرکز مدرسہ الٰہیات سے رہیگا۔ اور وہی ان کے لئے بحیثیت محمڈن مشنریز سوسائٹی کے تمام ضروریات کو انجام دیگا۔ ہم اِس مبارک سوسائٹی کے قیام کی اطلاع دیکر اپنی قوم کو اُس سے روشناس کرانا چاہتے ہیں اور اُمید لگاتے ہیں کہ اِس مفید اور عظیم الشان مقصد سے پوری دلچسپی ظاہر کریگی۔

(حافظ احمد اللہ آنریری سکرٹری مدرسہ الٰہیات کانپور)

عزت نشان فقیر سید افتخار الدین مہتمم بندوبست

سابق سفیر دولت خداداد افغانستان فقیر سید افتخار الدین صاحب کو گورنمنٹ نے ان کی قابل قدر خدمات اور قابلیت کے لحاظ سے ضلع ہوشیارپور کے بندوبست میں مہتمم مقرر فرمایا ہے۔ اِس تقرر پر لاہور کے متعصب اخبار ٹریبون نے نہایت بیہودہ اور بے معنی مخالفت کا اظہار کرکے اپنی تنگدلی کا اظہار کیا ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ ٹریبون کی لغو تحریر کا کوئی جواب دینے کی کوشش کیجائے کیونکہ فقیر سید افتخار الدین صاحب کی خدمات اِس قسم کی ہیں کہ اگر گورنمنٹ ازراہ قدردانی انھیں مہتمم بندوبست کی بجائے کسی اور معزز آسامی پر بھی ممتاز فرماتی تو وہ فی الواقع اِس کے اہل اور حقدار تھے۔ خاندانی حیثیت جو امتیاز امور ملکداری اور تدبر میں اِس خاندان کو پنجاب میں حاصل ہے۔ اور وہ ایک ظاہر بات ہے۔ فقیر صاحب نے سفارت کابل کے اہم فرائض کو جس دانشمندی۔ دیانت اور صائب تدبیری سے سرانجام دیا ہے گذشتہ سفرائے کابل میں اِس کی نظیر نہیں ملتی پھر بندوبست کے کام سے جسقدر واقفیت اور تجربہ فقیر صاحب کو ہے اس کی نظیر اگر دوسرے دیسی عہدہ داران میں ملسکتی ہے تو صرف خانبہادر مرزا سلطان احمد صاحب تو ان کا جواب ہوسکتے ہیں ۔ بالآدہ اِس میں فرد ہیں۔ علاوہ بریں مجھے اِس بات میں حیرت ہے کہ فقیر صاحب نے ہمارے برادران وطن کو ہمیشہ بیحد نفع پہنچایا ہے اور ان کی شخصیت میں قومیت کا تفرقہ کوئی اثر نہیں رکھتا پھر نہیں معلوم کہ اِس تقرر پر حاسدانہ نکتہ چینی کیا معنی رکھتی ہے اصل یہی ہے کہ

مقتضائے طبیعتش این است

بہرحال ٹریبون کی تحریریں اِسبارہ میں محض نفسانیت اور دلی عداوت کا نتیجہ ہیں اور وہ فقیر صاحب کی مسلّم خدمات اور مسلّم قابلیت۔ مسلّم دیانت اور مسلّم مستعدی کے مقابلہ میں ہیچ اور محض ہیچ ہیں۔ گورنمنٹ انصاف اور حق رسی کے اصول کو ٹریبون سے بہتر جانتی ہے اور سمجھتی ہے۔

اظہار شکریہ کا جلسہ تبت میں

ٹینگ (تبت) سے لالہ مردیال صاحب سکرٹری انڈین

اخبار وطن کی رائے

معاملہ بھیرہ

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن بھیرہ کے ابتلا اور تحقیر و تذلیل ناواجب و ناروا کا مختصر ذکر پچھلے پرچہ میں درج ہو چکا ہے۔ بادی النظر میں یہ کارروائی ایسی دردناک اور رنجیدہ تھی کہ صوبہ بھر کے اخبارات نے بلا لحاظ مسلمان و ہندو کے بالاتفاق اس پر کمال حیرت و استعجاب اور تاسف و افسوس کا اظہار کر کے باادب مگر زور کے ساتھ ہز آنر سر لوئیس ڈین بالقابہم کو فوری توجہ دلائی تو اسی طرح سربرآوردگان ملک میں سے بھی اکثر نے فوراً کسی نہ کسی پیرایہ میں اعلیٰ احکام کو اس تشویش سے آگاہ کر دینا اپنا فرض سمجھا۔ جو اس افسوسناک خبر سے طبعاً تمام اخبار خوان دنیا اور خاص کر شرفا ملک میں محسوس ہونے لگی تھی اگر پبلک کو اطمینان ہے تو زیادہ تر اس امر سے کہ وہ جانتی ہے کہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بالقابہ کی انصاف پسندی اور بیدار مغزی پر کامل بھروسہ کیا جا سکتا ہے چنانچہ اگر حالات اور واقعات متقاضی ہوں تو واثق یقین ہے کہ سر لوئیس ڈین بہادر اس معاملہ میں سر ڈینس فٹزپٹرک کے نقش قدم پر چلنے سے دریغ نہ فرمائیں گے کیونکہ اگر حافظہ غلطی نہیں کرتا تو مسٹر پبرس کے معاملہ کے زمانہ میں غالباً ہمارے موجودہ حکمران سر ڈینس کے دست راست اور مشیر خاص اور پنجاب گورنمنٹ کے روح رواں یعنی چیف سکرٹری تھے۔

جن واقعات سے یہ دردناک معاملہ پیدا ہوا انکی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے:۔

۱۔ ستمبر کو بھیرہ کے ایک مسلمان زمیندار قوم ملھیار کے ہاں شادی کی تقریب پر اسکے ایک یا دو خوجہ قوم کے دوستوں نے فقراء میں میوہ کی نچھاور کی۔ ایسے موقعوں پر فقرائیں باہم دھکم دھکا اور ریل پیل ضرور ہوتی ہے۔ اس دھینگا مشتی میں ایک سوا سالہ فقیر مسمی درابار علی گر پڑا۔ اسکے رشتہ دار جو وہیں موجود تھے اسے شفاخانہ لیگئے مگر وہ راستہ ہی میں مر گیا پولیس نے زیر دفعہ ۳۰۴ تعزیرات ہند پرچہ چاک کر کے تفتیش شروع کی مسٹر فلبی سب ڈویژنل افسر سرگودہا جو اسدن اتفاقاً بھیرہ پہنچ گئے پولیس نے نچھاور کرنے والے خوجہ پر مواخذہ کیا۔ کہ اسکے مارنے سے درابار علی مرا۔ سب ڈویژنل افسر کو چند یوم پیشتر سے خوجہ قوم کی نسبت کچھ ایسی بدگمانی ہو گئی تھی کہ یہی نہیں کہ ایک فیصلہ میں بھی اسکا بصراحت ذکر کیا گیا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر بھی علاقہ میں آپ کی اس رائے کا چرچا خوب پھیل چکا تھا۔ یہاں غالباً یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بھیرہ۔ میانی۔ پنڈ دادنخان و خوشاب میں اس قوم کی معقول آبادی ہے۔ اور مسلمان شہریوں میں زیادہ تر اسی قوم کے افراد کثرت سے پائے جاتے ہیں گو بظاہر اس قوم کا تذکرہ بے محل معلوم ہوگا۔ لیکن جب پوری پوری تفصیل سے واقعات ظاہر کرنیکا موقعہ آیا تو ناظرین اور گورنمنٹ عالیہ اسے ضرور برمحل تصور فرمائے گی۔

صاحب کے آنیکی خبر پا کر پولیس افسر تفتیش کنندہ نے اُسی دن چند گواہ بغرض تصدیقی بیان پیش کر دیئے۔ عام خیال ہے کہ چونکہ ملزم ایک خوجہ تھا۔ اس لئے اس احتیاط و تعجیل سے کام لیا گیا۔ مسٹر فلبی نے ۳۰۴ کی بجائے دفعہ ۳۰۲ قائم کرنیکی ہدایت کر کے چالان کو اُسی دن مکمل کر کے پیش کرنیکی تاکید کی۔ مگر ڈاکٹری رپورٹ کا ابھی نتیجہ نہ نکلا تھا اسلئے دوسرے دن پر ملتوی رکھا ڈاکٹر بشارت احمد نے رپورٹ کی کہ متوفی تلی پھٹنے سے مرا ہے۔ تلی کا وزن ۲۴ اونس ہے اور اس میں دو جگہ شگاف آیا ہوا ہے۔ اُسی کے مطابق ۱۸ کو ڈاکٹر صاحب نے عدالت میں شہادت دی۔

اس شہادت کے باوصف مسٹر فلبی نے اُسی دن مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۲ (قتل عمد) سشن سپرد کر دیا۔ مگر رائے صاحب بھگت نرائن داس صاحب سشن جج نے مسل کو پڑھتے ہی ملزم کو پانسو روپیہ کی ضمانت پر رہا کر دیا اور بتاریخ ۵ ستمبر سرکاری وکیل کو نوٹس دیا۔ کہ وجہ بتائی جائے کیوں یہ سشن سپردگی کالعدم نہ کر دی جائے۔ وطن اس موقعہ پر بھیرہ کے مقامی تعلقات و حالات پر سر دست کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ سر لوئیس ڈین اگر جناب فرنچ صاحب سے جو وہاں کے ڈپٹی کمشنر رہ چکے ہیں دریافت فرمانا چاہیں تو باغلب وجوہ بہت کچھ عجیب و غریب حالات معلوم کر سکیں گے اور ان سے حضور ممدوح کو یہ بھی معلوم ہو سکیگا کہ زیر بحث معاملہ کن کن اسباب کا نتیجہ ہے۔

صاحب سشن جج کے اس حکم سے بعد ۴ ستمبر کو مسٹر فلبی معہ سول سرجن شام کے قریب بھیرہ پہنچے متوفی کی قبر کھدوا کر لاش نکلوائی گئی سول سرجن نے لاش میں سے تلی نکال لی۔ اور دونوں صاحبان اسی وقت بھیرہ سے روانہ ہو گئے۔ اور مسٹر فلبی نے صاحب سشن جج کو تحریر کیا کہ انہوں نے اور ثبوت بہم پہنچا لیا ہے مسل بغرض تکمیل واپس ارسال فرمائی جائے۔ صاحب موصوف نے مسل واپس بھیجدی ملزم پھر حوالات میں کر دیا گیا اور ۱۶ ستمبر کی تاریخ کیلئے ڈاکٹر بشارت احمد مکرر شہادت کیلئے مع چند اشخاص دیگر طلب ہوئے اس تاریخ مسٹر فلبی کا مقام موضع سلانوالی میں تھا جو سرگودہا سے چند اسٹیشنوں کے فاصلے پر ہے اول کپتان جڈ وائن سول سرجن کی شہادت ہوئی اس نے بیان کیا کہ تلی کا وزن ۱۱-۱۲ اونس کے قریب پایا گیا اور کہ اس پر کسی شگاف کا نشان نظر نہ آیا اور کہ متوفی کی تلی صحیح سالم حالت میں ہونیکی صورت میں ۸ اونس ہونی چاہیئے تھی۔ بعد میں کہا کہ ممکن ہے متوفی کی تلی اس عرصہ میں کچھ سکڑ اور کم وزن ہو گئی ہو۔ اور یوم وفات کو ۲۴ اونس ہو۔ اور جہاں میں نے تلی کو چیرا دیا ہے ممکن ہے وہاں ایک شگاف ہو اور متوفی کا پیٹ خون سے صاف تھا۔ ڈاکٹر بشارت احمد نے اپنے سابقہ بیان کا اعادہ کیا۔ اور کہا کہ متوفی کے پیٹ کو خون سے اچھی طرح صاف نہیں کیا گیا تھا اور کہ ترازو پر باٹ کرم الدین بھنگی نے رکھے تھے۔ کرم دین کا بیان پہلی مرتبہ ہوا۔ اس نے کہا کہ پیٹ کا خون کپڑے سے صاف کیا گیا تھا۔ اور باٹ ڈاکٹر نے رکھے تھے۔ شہادتوں کے خاتمہ پر کل گواہ باقاعدہ رخصت کر دیئے گئے۔ ڈاکٹر بشارت احمد کو پرچہ حاضری اور زر خوراک دیکر رخصت کر دیا گیا اور وہ فرودگاہ پر واپس چلے گئے جہاں سے وہ اسٹیشن کو جانیکے لئے تیار تھے۔ کہ تقریباً ایک گھنٹہ بعد سپاہی آیا کہ صاحب ڈاکٹر صاحب اور بھنگی کو بلاتے ہیں وہ دونوں موقعہ عدالت پر پہنچے تو دونوں کو فوراً ایک ساتھ ہتھکڑی لگا دی گئی۔ ڈاکٹر بشارت احمد نے جرم پوچھا تو زیر دفعہ ۱۹۳ بتلایا گیا۔ ڈاکٹر بشارت احمد نے کہا کہ ضمانت دے سکتا ہوں۔ مگر انکار کیا گیا۔ سول سرجن باقی گواہوں کے رخصت ہو جانے پر مسٹر فلبی کے [illegible]

[illegible] بیانات اور حالات وطن تک پہنچے ہیں اسکا اس موقعہ پر ظاہر کرنیکی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ ورنہ [illegible]

[illegible] (اخبار وطن)

بچوں کی تندرستی
والدین کو ہمیشہ گھر سے تسلی خاطر ہوجیسی ہوتا ہے۔ اگر سست یا پژمردہ ہو۔ تو اور بھوک تنک گئی ہو تو
اسکو فوڑا اسکاٹس ایملشن
دینا چاہیئے انکو دودھ میں چند قطرے ملا دینے سے بچہ میں بڑا فرق پڑ جائیگا اور وہ خوش و خورم اور بشاش ہوجائیگا جو تندرستی کی یقینی علامت ہے استعمال
کے چند روز بعد نتیجہ معلوم ہوجاتا ہے
اسکاٹ اینڈ بون لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کمسٹس لنڈن
کیا آپ بیمار ہیں؟
جبکہ آپ کی طبیعت درست نہ ہو۔ اس سے کچھ بحث نہیں کہ کونسی شکایت ہے آپ ضرور خود سے یہ سوال کیجئے کہ آیا دن بھر میں ایکمرتبہ دست صاف ہوجاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو رات کو سوتے وقت دو یا تین ہاضمہ کی گولیاں ڈوڈس ڈنرپلس کھا لیجئے دوسرے روز صبح کو آپ کو دست صاف ہوگا۔ اور پیشتر کی نسبت آپ کو فوراً زیادہ اچھا معلوم ہوگا۔ قبض کیوجہ سے آنتوں میں فضلے زیادہ عرصہ رہتے ہیں اور ایسا فاسد مادہ پیدا کرتے ہیں کہ دنیا کے نصف سے زیادہ مرضوں کا باعث ہوتا ہے اس سے بخوبی سمجھا جائیگا۔ کہ کیوں قبض سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جگر کی شکایت۔ ہیجان۔ صفرا۔ صفراوی بخار یا تپ بدہضمی۔ پٹھوں کی کمزوری۔ جسم کی نقاہت۔ امراض قلب یعنی دل۔ دوار یعنی چکرانا۔ دردسر۔ نفخ۔ کھٹی ڈکاریں آنا۔ مستورات کی بیماریاں اگر کچھ عرصہ یہی حالت رہی تو خون کثیف ہوجاتا ہے اور صحت ہمیشہ کے لئے خراب ہوجاتی ہے
ڈوڈس کی ہاضمہ کی گولیاں (ڈوڈس ڈنرپلس) نباتات سے بنائی گئی ہیں اور مذکورۃ الصدر مرضوں کو مٹاتی ہیں۔
کیونکہ وہ فاسد مادہ اور زہریلے اجزوں کو نکالتی ہیں۔ جگر کو قوت عطا کرتی ہیں قیمت ہر ۱۲ گولیاں والی شیشی
۱۶۰ گولیاں جو ہر والی ہے جگنی ہیں کل دوافروشوں سے ملسکتی ہیں۔ ۱۲ والی شیشی ڈوڈس پی او باکس ۲ بمبی سے طلب کرو
قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے
یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت مومن کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ
تلاوت کی اصل غرض عمل ہے
عملی اور اعتقادی قوتوں کا نشوونما اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جبتک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہ حاصل نہ کرے اور یہ آگاہی
قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے
اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی
خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجاز قوت کو ظاہر کیا جاوے
یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اور
عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)
کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں۔ آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں
ان کو آپ نے ابتک نہیں پڑھا تو ضرور پڑھیں۔ کہ اس میں نور ہدایت ہے اور شفا ہے ہدیہ فی پارہ ایک روپیہ۔
نوٹ سات پارے تیار ساتوں کے اکٹھے خریدار سے سات روپیہ ؎ (۷)
دفتر الحکم قادیان ضلع گورداسپور سے درخواست کرو

ہمراہ اُسی بنگلہ میں رہا تھا۔ ڈاکٹر بشارت احمد اور بھنگی کو ایکساتھ ہتھکڑی لگا کر اُسی شام سرگودہ بھیجا گیا۔ سب ڈویژنل افسر اور سول سرجن بھی اُسی شام سلانوالی سے چلے گئے۔ وطن کو اطلاع ملی تھی کہ بمقام سلانوالی بیس ہزار روپیہ کی ضمانت پیش ہوئی مگر پنجابی کا بیان ہے کہ ۲۵ ہزار تک ضمانت پیش کی گئی مگر سب ڈویژنل افسر نے نہ لی۔ اسی اخبار کا بیان ہے کہ دوسرے دن ۱۷ ستمبر کو بدنصیب ڈاکٹر مع بھنگی سرگودہ کے بازوں میں سے عدالت پہونچایا گیا۔ اور کچہری کے برآمدہ میں دونوں کو اسی ہیئت میں بٹھا رکھا گیا۔ اور پھر حکم ہوا کہ انہیں پیدل شاہپور جیل میں لیجایا جائے جو وہاں سے ۲۰ میل ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر شنبہ کو چلکر اتوار کی سہ پہر کو وہاں پہونچے۔ سوموار کی صبح کو حکم کی نقل کی درخواست [illegible] ایس کردی گئی۔ اور زبانی کہا گیا کہ مسل [illegible] یہ حکم ایسے زمانہ میں صادر ہوا کہ سشن جج [illegible] ہے اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر سیکسر تھے۔ جہاں باوجود [illegible] وکیل ۱۹ سے پہلے نہ پہونچ سکا اسی دن مسل بھی بھیج دی گئی اور صاحب ڈپٹی کمشنر نے ایکہزار روپیہ کی ضمانت پر رہائی کا حکمدیا۔ مگر یہ حکم چونکہ ۲۰ سے پہلے شاہپور نہ پہونچ سکا۔ اسلئے ڈاکٹر منگل کے دن رہا ہوا۔

حوالات میں دیئے جانیکے علاوہ صاحب سول سرجن جو پاس ہی موجود تھے ڈاکٹر بشارت احمد کو معطل بھی کردیا چنانچہ اس معطلی کا ذکر مسٹر فلپی فیصلہ میں کرتے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ مقدمہ دوبارہ ۱۶ ستمبر کو پیش ہوا۔ اور اُسی دن اسسٹنٹ سرجن کا بیان مکرر ہوا لیکن غالباً سول سرجن کی تحریک پر صاحب انسپکٹر جنرل بہادر شفاخانجات نے بشارت احمد کی معطلی کا حکم ۱۵ ستمبر کو ہی صادر کردیا تھا۔

مسٹر فلپی فیصلہ میں لکھتے ہیں کہ بشارت احمد اور کرم الدین جرم زیر دفعہ ۱۹۳ سے (جھوٹی گواہی دینا) کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں زیر دفعات ۱۹۵ و ۴۷۶ ضابطہ فوجداری حوالات میں کرکے ان کو صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ اگر صاحب ممدوح مقدمہ کی خود ہی تجویز فرمائیں تو بہت مناسب ہوگا تاکہ کسی کو حرف گیری کا موقع نہ ملے۔ وجوہ یہ درج ہیں۔ سول سرجن تلی کا وزن ۱۱ اونس بتاتا ہے۔ اور بشارت احمد ۳ سوا اونس۔ سول سرجن کسی شگاف کا نہ ہونا بیان کرتا ہے۔ اور بشارت احمد نے دو شگاف بتائے تھے۔ ان باتوں کو دیکھنے کے کرم الدین اور بشارت احمد کا اختلاف پیٹ کے خون کے متعلق اختلاف۔ ویسا ہی اسسٹنٹ سرجن جیسے افسر کو حوالات میں کردینا جیسے کہ اسکو ہتھکڑی لگوانا معقول سے معقول ضمانت سے انکار کردینا بازاروں میں پھرایا جانا برآمدہ میں بٹھایا جانا۔ پیدل جانیکا حکم دیا جانا وغیرہ وغیرہ حیرت افزا اور رنجدہ امور سے قطع نظر اس تمام کارروائی میں جو صریح بے ضابطگیاں اور اہم قانونی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں وہ اعلیٰ حکام اور خاصکر سر لوئیس ڈین پر چشم زدن میں واضح ہو گئی ہونگی تاہم آگاہی عام کیلئے اس موقعہ پر یہ درج کردینا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ کوئی عدالت زیر دفعات ۱۹۵ و ۴۷۶ کسی شخص کے برخلاف حلف دروغی کا مقدمہ قایم نہیں کرسکتی جب تک کہ اصل مقدمہ کا آخری تصفیہ نہ ہو گیا ہو۔ دیکھو ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۶۷۔ مدراس ہائیکورٹ رولنگ جلد اول صفحہ ۳۰۔ اس اصول کو بیان کرنا ضروری سمجھا گیا ہو کہ دیوانی مقدمات میں بھی اس کی تعمیل ضروری سمجھی گئی ہے جیسا کہ بمبئی لارپورٹ جلد ۱۶ صفحہ ۷۲۹ سے ظاہر ہو رہا ہے نیز فیصلجات سے پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۲ء صفحہ ۵۔ الہ آباد جلد ۴ صفحہ ۱۸۲۔ الہ آباد جلد اول صفحہ ۹۴ و جلد ۵ صفحہ ۳۹۹۔ اور یہاں ابھی سشن نے مقدمہ کی باضابطہ سماعت بھی شروع نہیں کی۔ دوسرا اصول یہ ہو کہ کوئی عدالت باختیار خود زیر دفعہ ۱۹۵ عمل پیرا نہیں ہوسکتی اسلئے لازمی ہے کہ کوئی پرائیویٹ شخص جسکو مزعومہ حلف دروغی سے نقصان پہونچا ہو درخواست دے اور اجازت استغاثہ حاصل کرے۔ سوم ان دو شرطوں کے پورے ہو جانیکے باوصف کوئی حکم کوئی عدالت ان دونو دفعات کے رو سے نہیں دیسکتی۔ جبتک کہ حلف دروغی کے ارتکاب کے متعلق تمہیدی تحقیقات سے اطمینان نہ کرلیا جائے۔ دیکھو الہ آباد لارپورٹ جلد ۶ صفحہ ۹۸ و ۱۰۱ و جلد ۵ صفحہ ۹۳ و مدراس جلد ۲ صفحہ ۱۹۶۔ اور پھر یہی نہیں۔ کہ چالان یا سپردگی سے پہلے ایک الگ تمہیدی تحقیقات ہو۔ بلکہ یہ کہ اس تحقیقات میں ملزم کا نام ہونا بھی ضروری ہے دیکھو کلکتہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۳۔ الہ آباد جلد ۱۸ صفحہ ۳۵۹ مدراس جلد ۷ صفحہ ۲۲۴ وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر حاضری ہی ضروری نہیں بلکہ یہ کہ ملزم کو یہ ظاہر کرنیکا موقعہ دیا جائے کہ کیوں اس کے برخلاف اجازت یا حکم ارجاع مقدمہ نہ صادر کیا جاوے۔ دیکھو مدراس ہائیکورٹ پروسیڈنگ مورخہ یکم ستمبر ۱۸۹۵ء و مدراس لارپورٹ جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۷۔ کلکتہ لارپورٹ جلد ۱۹ صفحہ ۳۳۵ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں نہ کوئی سرسری یا تمہیدی تحقیقات ہوئی نہ ملزم کا بیان لیا گیا نہ اُسے موقعہ دیا گیا۔ نہ اصل مقدمہ کو ختم ہونے دیا گیا۔ اور پھر سب سے عجیب تر یہ کارروائی کہ دونوں گواہوں کو یکساں ملزم بنا دیا۔ حالانکہ انمیں سے ایک کا بیان ضرور سچا تھا۔ اور اگر محض اختلاف ہی کافی وجہ مواخذہ سمجھی گئی ہے تو سول سرجن کے بیان کے اختلاف از بیان بشارت احمد وغیرہ کو اس کلیہ سے کیوں مستثنیٰ رکھا گیا۔ مگر کامل یقین ہے کہ مسٹر لوئیس ڈین اور ہز اکسلنسی لارڈ منٹو کے عہد میں قانون کی ایسی بے حرمتی سے ہرگز درگذر نہیں فرمایا جائیگا۔ (باقی آئندہ)

ٹینگ مندرجہ ذیل روئداد بغرض اشاعت الحکم بھیجتے ہیں جسکو میں خوشی سے درج کرتا ہوں۔

۲۳- جولائی سنہ ۱۹۱۰ء کو ٹینگ (تبت) میں ایک عظیم الشان جلسہ گورنمنٹ والنیٹرز اور دوسرے معززین اور عام لوگوں کا منعقد ہوا تاکہ پنڈت گھرمل صاحب پلیڈر گورداسپور کو رائے صاحب کے عطائے خطاب کی تقریب پر مبارکباد دیں۔ اور گورنمنٹ کا شکریہ ادا کریں۔

اس جلسہ کے پریسیڈنٹ صوبیدار صاحب ڈونگر سنگھ صاحب رادت ۱۲۰- راجپوتانہ انفنٹری رانچاج آفیسر کمانڈنگ تھے) جلسہ میں مندرجہ ذیل ریزولیوشنز پاس ہوئے۔

(۱) قرار پایا کہ واجب الاحترام رائے صاحب پنڈت گھرمل صاحب کو اس خطاب "رائے صاحب" کے عطا ہونے پر مبارکباد کا تار دیا جاوے۔

(۲) قرار پایا کہ بحضور وائسرائے گورنر جنرل انڈیا ہز آنر لفٹنٹ گورنر پنجاب اور جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر گورداسپور کی خدمتیں دلی شکر گذاری اور قلبی مسرت کے تار روانہ کئے جاویں

(۳) ٹریبون- اخبار عام- پیسہ اخبار- آبزرور الحکم- بنگالی- سٹیٹسمین- سول ملٹری گزٹ لاہور اور پنجابی میں اس روئداد کی نقل بغرض اشاعت بھیجی جاوے

حضرت قبلہ میر ناصر نواب صاحب

۲۲- اکتوبر کو حیدر آباد دکن کا دورہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم فرما کر بمبئی کیطرف روانہ ہو چکے ہیں وہاں سے کراچی- حیدر آباد سندھ- کوئٹہ- ملتان وغیرہ ہو کر قادیان پہنچینگے اس اطلاع کو اخبار میں بہت جلد شائع فرما دیجئے تاکہ وہاں کے احمدی احباب مطلع ہو جائیں اور پہلے سے تیار رہیں۔ حسب الارشاد یہ کارڈ تحریر کرتا ہوں دار الامان کے تمام احباب کو حضرت السلام وعلیکم فرماتے ہیں۔

فضل احمد

کتاب طب روحانی

اس کتاب میں جسمانی امراض کا علاج بذریعہ عمل الترب یا علم توجہ یا مسمریزم کے بہت مشرح مندرج ہے۔ عبارت اس کی آسان اردو ہے اور ادنیٰ استعداد والا بھی اس کتاب کو پڑھکر بیماروں کا علاج کر سکتا ہے جہانتک ہو سکا ہے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی گئی تاکہ عام لوگ جو اس کا شوق کریں اس علم کو سیکھیں اور فائدہ اٹھاویں اور بیماروں کا علاج کر کے ثواب حاصل کریں۔ پھر بھی اگر کوئی صاحب اس کتاب کے متعلق کوئی بات پوچھنا چاہیں اور اپنے معلومات کو بڑھانا پسند کریں یا اول اول تجربہ کرنا چاہیں تو راقم سے خط و کتابت کریں۔ قیمت اس کتاب کی ایک روپیہ اور محصول دو آنے ہے۔ راقم سے طلب فرماویں

پیر مظہر حق احمد از مقام قادیان ضلع گورداسپور

الحکم اور اسکے ناظرین

الحکم کے متعلق جو سرکلر ایڈیٹر احباب کو بھیجی گئی ہے اس کا جواب بعض مخلص احباب نے نہایت قابل قدر دیا ہے اور میرے لئے وہ ہر طرح حوصلہ افزا اور تسلی بخش ہے۔ اگرچہ ایسے مخلص دوستوں کی تعداد بہت ہی قلیل کیوں نہو خدا کا شکر ہے کہ ان مخلصین میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہیں جن پر دولتمند کا اطلاق نہیں ہو سکتا بلکہ غربا کا لفظ آسانی کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔ خوشی کا موجب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ غریبوں سے دین شروع ہوا اور ان کی طرف ہی عود کریگا۔ میں ایسے احباب کا نام لیکر انکا ذکر کرتا اور ان کے دردناک خطوط چھاپ دیتا۔ مگر میں اسکو محض ایک فضول امر سمجھتا ہوں۔ انھوں نے جسقدر ہمدردی کا اظہار کیا ہے محض اخلاص سے کیا ہے نہ اس لئے کہ الحکم ان کی تشہیر کا ذریعہ ہو مجھے ایسے سرپرستوں پر فخر ہے اور خدا کا شکر ہے کہ ایسے ایسے قدردان ملے ہیں گو ان کی تعداد تھوڑی ہے

وقلیل من عبادی الشکور

خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے تو اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

نادان اور ناعاقبت اندیش مخالف الحکم کی بعض بے ترتیب اشاعتوں یا معز ز ہمعصر بدر کے ایک مہینے کی رخصت پر نکتہ چینی کرتے اور خوش ہوتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے وہ آئے دن خواہ اپیلیں شائع کرتے رہے ہیں۔ الحکم جیسا کہ اپنے سرکلر لیٹر میں ظاہر کر چکا ہے آئندہ الحکم کے متعلق قطعاً کوئی اپیل انشاء اللہ العزیز شائع نہیں کریگا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے یہ اعلان کرنے کا حوصلہ کرتا ہے کہ الحکم اپنا کام جو اس کے زیر نظر ہے انشاء اللہ العزیز استقلال سے کرتا رہیگا۔

وہ جن امور کو اسلام اور اہل اسلام کے لئے اپنی سمجھ میں مفید سمجھیگا انکے پیش کرنے میں اس کبھی بھی تامل نہیں ہوگا خواہ اسے کوئی پسند کرے یا ناپسند برا منائے یا اس کی تائید

اس کی نظر مدح و ذم پر نہوگی۔ انشاء اللہ العزیز وقت آجائیگا کہ ان باتوں کی قدر ہوگی اور انھیں ضرورت وقت کے تحت میں داخل کیا جائیگا۔ وباللہ التوفیق

لاہور میں احمدی لیکچر

لاہور میں ۸- اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء کی شام کو

محمڈن حال میں زیر صدارت شیخ امیر علی صاحب ایم۔ اے جج عدالت خفیفہ لاہور۔ مولوی عطاء الرحمن صاحب ایم۔ اے۔ احمدی پروفیسر گورنمنٹ کالج راجشاہی (ڈھاکہ) کا لیکچر انگریزی زبان میں اسلام اور زمانہ حال کے عنوان سے نہایت کامیابی اور خوش اسلوبی سے ہوا۔ مولوی عطاء الرحمن صاحب نہایت فصیح اور بے تکلف انگریزی بولنے والے احمدی نوجوان ہیں۔ انگریزی قابلیت کے ساتھ وہ دینیات اسلام اور فلسفہ اسلام سے دلچسپی اور پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ ایسے نوجوانوں کے وجود پر سلسلہ عالیہ

احمدیہ خدا کا شکر کرتا ہے دارالامان میں بھی اُن کے دو تین لیکچر ہوئے۔ لاہور سے مفصل رپورٹ ابھی موصول نہیں ہوئی۔ مگر لاہور کے نامور روزانہ پیسہ اخبار میں جو مختصر نوٹ ایڈیٹر پیسہ اخبار نے کل میں شائع کیا ہے وہ طمانیت بخش ہے۔ ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ سارا ہال شائقین سے پُر ہو گیا تھا۔ لیکچرار کی طرز ادا نہایت قابل تعریف رہی۔ دور بیٹھنے والوں کو بھی آواز نہ پہنچنے کی شکایت پیدا نہیں ہوئی غرض مولوی عطاء الرحمٰن صاحب کا لیکچر نہایت قابلیت سے ہُوا۔ اور وہ لاہور کے لئے خدا کے فضل سے اُمید ہے مؤثر ثابت ہوگا۔ کیونکہ تعلیمیافتہ اصحاب موجود تھے۔ میں شیخ امیر علی صاحب ایم۔ اے کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنھوں نے ایک احمدی جلسہ کی صدارت اختیار کرکے اپنی فراخدلی اور بے تعصبی کا ثبوت دیا۔ اگر مسلمان ضرورت زمانہ سے اسطرح آگاہ ہو جائیں جس کی اب اُمید ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا بعید کہ اسلام کے دن پھر آئیں خدا ایسا ہی کرے۔

حافظ عبدالرحمٰن سیاح کی وفات

حافظ عبدالرحمٰن سیاح نے لاہور میں یکایک وفات پائی۔ حافظ صاحب کتاب الصرف وغیرہ چند کتب کے مولف ہیں مصر اور بلاد اسلامیہ میں اُنھوں نے ایک لمبا سفر کیا۔ بالآخر انگلستان بھی گئے اور ۲۷ و ۲۸- اکتوبر کی درمیانی شب کو اُنھوں نے یکایک انتقال فرمایا۔ حافظ صاحب حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے خصوصیت سے ممنون احسان تھے اور سفر مصر میں حضرت نے اُنھیں ہر طرح مدد دی۔ مگر حافظ صاحب سلسلہ حقہ سے عناد رکھتے تھے۔ اِن کی یہ بیکسی کی موت عبرتناک ہے اِن کا معاملہ اب خدا سے ہے وہ جسطرح چاہے اِن سے معاملہ کرے۔ اُنھوں نے صرف ایک یا دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ اسوقت تک کچھ نہیں کہہ سکتے

کہ ان کے کتب خانے کے ساتھ کیا سلوک ہو۔

ترجمۃ القرآن کا تیسواں پارہ

خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی کہ میں قرآن مجید کا ۳۰ واں پارہ بھی شائع کرنے کے قابل ہو گیا۔ اِس سلسلہ ترجمۃ القرآن میں آخری سات پارہ شائع ہو گئے ہیں اور اب پندرھواں پارہ مطبع میں جا رہا ہے۔

قرآن مجید کی ترجمہ دار تفسیر کی اشاعت کے خواہشمندوں کے لئے اچھا موقعہ ہے کہ وہ اپنے مالوں کو اِس راہ میں خرچ کریں اور اِس اشاعت کے کام میں مدد دیں۔

ساتوں پارہ سات روپیہ علاوہ محصولڈاک کے ہدیہ ہوتے ہیں جو لوگ مفت تقسیم کرنے کے لئے مکمل دس دس جلدیں لیں اُنھیں پانچ روپیہ پہ دیدئے جاوینگے۔ جو لوگ ایک ایک پارہ نہیں لینا چاہتے تھے اور پانچ پانچ چھ چھ پارے لینا چاہتے تھے اُن کے لئے اب موقعہ ہے کہ وہ سات پارے اکٹھے لے لیں۔

اسلامی مبلغین کی جماعت

الحکم کی اسی اشاعت میں کسی دُوسری جگہ کانپور کے مدرسہ الٰہیات کے سکرٹری صاحب کی چٹھی مندرجہ حاشیہ عنوان سے چھاپ دی گئی ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ اسلامی مبلغین کی جماعت کی اِسوقت ایک اہم ضرورت ہے اور اس جماعت کے پُورا کرنے کے لئے قدم اُٹھانا نہایت مبارک اور اسلام کے شاندار مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔ لیکن جیسا یہ معاملہ ضروری ہے اُسیقدر نہایت اہم اور غور طلب ہے۔ ندوۃ العلماء الگ اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت طیار کرنے کی فکر کر رہا ہے اور ہدایت اسلام الگ کوئی انتظام کر چکی ہے۔ اسی طرح سے اب یہ آواز کانپور سے اُٹھی ہے۔ کاش مسلمان

اعتصام بحبل اللہ

کیضرورت کو محسوس کرتے اور جو کام اسوقت بوجہ تقسیم طاقت کے ادھوری حالت میں ہو رہا ہے وہ تقسیم محنت کے اصول پر زیادہ مضبوطی سے ہو سکتا ہے۔ سر دست اِس کے متعلق اور کچھ کہنا نہیں چاہتا بجز اِس کے کہ کانپور کے مدرسہ الٰہیات کی یہ کوشش قابل قدر و مبارک ہے۔ اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اِس مقدس کام کے لئے ناظمان مدرسہ کے معین ہوں۔ اللہ تعالیٰ اِس میں برکت پیدا کرے آمین۔

شحنۂ ہند سے ضمانت

میرٹھ کے اخبار شحنۂ ہند سے دو ہزار کی ضمانت گورنمنٹ صوبجات متحدہ نے طلب کی ہے شحنۂ ہند کے ایڈیٹر مجدد السنہ مشرقیہ نے گورنمنٹ کے خلاف تو کبھی کچھ نہیں لکھا۔ اِس کا ہندو اخبارات کو بھی اعتراف ہے۔ مسافر آگرہ کے کسی جواب کو سخت بتایا جاتا ہے۔ اب زمانہ پھونک پھونک کر قدم رکھنے کا ہے۔ مجدد صاحب کا ضمیمہ جو ہمارے سلسلہ کے خلاف شائع کیا جاتا تھا اگر اب جاری ہوتا تو بھی یقیناً السنہ مشرقیہ کے مجدد کو ضمانت داخل کرنی پڑتی۔ اِن کے قلم میں تیزی کے ساتھ تہذیب کی اُسیقدر رعایت کیضرورت ہے تاہم اِس میں شک نہیں کہ صوبہ جات متحدہ کی گورنمنٹ اگر اُنھیں موقعہ دیتی کہ وہ آئندہ محتاط رہیں تو اسکی فیاضی میں داخل ہوتا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ

گورنمنٹ ہی اپنے فرض اور مشکلات کا بخوبی اندازہ کر سکتی ہے

ہمیں گورنمنٹ کے انصاف پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ ایڈیٹر صاحبان اگر اپنے رفتار قلم کی اصلاح کریں کیا تعجب ہے کہ یہ قانون قابل ترمیم ہو جاوے مگر افسوس تو یہ ہے کہ ہم آپ اِس کیضرورت کو محسوس کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر بشارت احمد کا معاملہ

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن بھیرہ کے متعلق کُل واقعات تفصیل کیساتھ درج ہو چکے ہیں اس

دیش اپکارک اوشدھالیہ کی چند دیگر ادویات کی مختصر فہرست

ہمارے ہاں ادویات کا اتنا ذخیرہ ہے کہ ہر ایک مرض کیواسطے کئی کئی ادویات ہمیشہ تیار رہتی ہیں اور امرت دھارا کی تعریف کیساتھ ان کا مفصل ذکر کیا جاوے تو اشتہار کا حجم بہت ہی بڑھ جاوے اسواسطے صرف چند مشہور ادویات کے نام انکے مختصر اوصاف اور قیمتیں لکھی جاتی ہیں ایک علیحدہ فہرست لکھی جا رہی ہے جسمیں دیش اپکارک اوشدھالیہ کی دیگر ادویات ان کے اوصاف اور سارٹیفکٹ مفصل دیئے جاویں گے اور اسکے ساتھ ہی ہر ایک شاخ کی علیحدہ فہرست چھاپنے کا انتظام ہو رہا ہے مثلاً عورتوں کے متعلق ادویات کی علیحدہ فہرست مردوں کے متعلق ادویات کی علیحدہ فہرست۔ عام بیماریوں کی ادویات کی علیحدہ فہرست شوقینوں کی ادویات کی علیحدہ فہرست۔ خوشبو تی وغیرہ کیواسطے علیحدہ فہرست۔ چنانچہ امرت دھارا کے اوصاف کی علیحدہ فہرست چھپکر تیار ہے۔ ایک آنہ ارکا ٹکٹ برائے محصول آنے پر بھیجی جاتی ہے۔ نیز مردوں کے متعلق ادویات کی ایک علیحدہ فہرست تیار ہو چکی ہے اسکا نام "رسالہ امراض مخصوصہ مردان" ہے اسکے دو حصے ہیں حصہ اول میں مردوں کی امراض کے اسباب علامات وغیرہ مفصل درج ہیں جسکو پڑھتے ہی وہ وہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں مباشرت وغیرہ کے سب اصول بتائے گئے ہیں حصہ دوم میں ادویات کے کھانے کے طریقے۔ اصول علاج۔ جائز، ناجائز و ممنوع مردوں کے واسطے مخصوص ادویات کی فہرست ہے ان دونوں رسالوں کو دو پیسہ کا ٹکٹ بھیجکر ہر شخص منگوا سکتا ہے۔ اگر رسالہ امرت کے واسطے ایک آنہ ارکا ٹکٹ بھیجا ہے تو دو پیسہ کا زائد ٹکٹ بھیجنے کی ضرورت نہیں لکھنے پر دو رسالے بھیجے جاویں گے ۔

فرزند اعظم حمل قرار پانے کے بعد ۲ ماہ کے اندر اندر اس گولی کو کھلا دینے سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے جن کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں آزمادیں۔ قیمت دس روپے (عنلہ) غلط ثابت ہو تو قیمت واپس ۔

گنگا دھار رس اسکی ایک پوڑیہ کے کھلاتے ہی جلن کیسی ہی ہو پیچش۔ اسہال۔ سنگرہنی وغیرہ جاری ہوں آرام شروع ہو جاتا ہے۔ قیمت عہ نمونہ ۲ر

اکسیر بدن گلے اور چھاتی کی کل امراض تپ اور تپ دق کو مفید ہے کھانسی دمہ کو اکسیر ہے کمزور بچوں کو طاقتور بناتا ہے اور کمزور مریضوں کو جسیم کرتا ہے۔ قیمت عہ

درد شکن اسکی ایک ہی پوڑیہ کے استعمال سے خواہ کسی قسم کا عضلاتی و اعصابی درد ہو جاتا رہتا ہے۔ سر درد جوڑوں کا درد یا کمر، گھٹنہ، ران۔ یا دو کسی بھی جگہ کا درد ہو ۵ منٹ میں آرام۔ درد مزمن ہو تو چند دن استعمال کرنی پڑتی ہے۔ ورنہ پہلی پوڑیہ سے ہی آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت (عہ) نمونہ ۴ر

بھگندر ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ بدوں جراحی اس کا علاج نہیں ہے ہمارے پاس ایک تیل ہے اور ایک دوائی ہے جس کے لگانے سے اور کھانے سے بہت جلد آرام آجاتا ہے قیمت دس روپے (عنلہ)

خنازیر کی دوائی بحمد اللہ اس سے خنازیر جیسی سخت مرض ۴۰ دن کے اندر خدا کے فضل سے جاتی رہتی ہے چاہے ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں قیمت (صہ)

تپ دق اگر بالکل مرنے کے ہی لگ بھگ آگیا ہو تو اس دوائی سے بفضل تعالیٰ صحت ہوتی ہے۔ قیمت (عنلہ)

چند اکسیر ادویات

عرق بخار ملیریا کسی قسم کا ہو۔ روزانہ خواہ دن میں دو بار آنے والا۔ تیسرا یا چوتھیہ۔ تلی وغیرہ کا سب تین دن کے اندر جاتے رہتے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے (۸ر) خوراک تین دن ۔

برہمی ارشٹ حافظہ کیواسطے اس سے بڑھکر کوئی دوائی نہیں ہے ضعیف دماغ۔ نسیان۔ درد سر۔ دماغی امراض منی مردمان۔ امراض حیض عورات۔ جریان وغیرہ کو نافع ہے قبض کشا ہے چند دنوں میں دماغ روشن ہو جاتا ہے آواز صاف ہوتی ہے راگ ودیا شاعری اس سے بہت جلد آتی ہے۔ قیمت (عہ)

مومیائی درجہ خاص ہمارے ہاں مومیائی یعنی سلاجیت تمام قسم کی ہے معمولی ۲ر فی تولہ۔ مومیائی اصل مصفے ایک روپیہ آٹھ آنے فی تولہ۔ درجہ خاص عنلہ بیس روپے تولہ اسکی تعریف زبان زد خلائق ہے۔ بدن کو طاقتور بنانے۔ کل اعضا کو تقویت دینے خون صالح پیدا کرنے امراض جگر کے دور کرنے۔ کھانسی۔ زکام وغیرہ کو ہٹانے کے واسطے مشہور ہے بعد فراغت کھانے سے تمام کمزوری دور ہوتی ہے ۔

مسکیلہ جسم پر جو مسے نکل آتے ہیں کیسے بدزیب معلوم ہوتے ہیں۔ بدوں تکلیف دور ہوتے ہیں۔ قیمت (للعہ)

گولی بخار مندرجہ بالا دو صاحبوں میں ایک گولی صبح دوپہر و شام کو کھلائی جاتی ہے اس سے ایک آدھ دن کبھی زیادہ بھی لگ جاتا ہے۔ قیمت ۱۶ گولی آٹھ آنے (۸ر)

پھولو پھلیہ (بچوں کے سوکھے کی دوائی) یہ عجیب حیرت میں ڈالنے والی دوائی ہے کہ رگڑ کر ملی جاتی ہے۔ کمر سے چھوٹے چھوٹے کرم نکلتے ہیں وہی مرض کا اصل سبب ہوتے ہیں بس اس کے بعد بچہ دن بدن پھولنا شروع ہوتا ہے جس کی اولاد مرض سوکھا یا سوکھے سے ضائع ہوتی رہتی ہے۔ ایشور کی کرپا سے بچ جاتی ہے قیمت امرا سے تھوڑا روپیہ عوام سے صر اور غریبوں کو مفت۔

فتق کی دوائی فتق ہر قسم اور آنت اترنا اسکی بدولت جاتا رہتا ہے فتق کی چوٹ اور نزل اترنا ایسی بیماری ہیں آرام آجاتا ہے لاعلاج جسکو کہا جاتا ہے گویا اسکا علاج ہے۔ ۴۰ گولی عہ

سفوف گھی و دودھ ہاضم اس سفوف کو ایک خاص طریقے سے معمولی خوراک کی چیز سے تیار کیا جاتا ہے دودھ گھی دن بدن زیادہ ہضم ہوتا ہے اور دودھ دن کھانے سے وہ طاقت آتی ہے کہ جو ضبط نہیں ہو سکتی قیمت ۵ تولہ پانچ روپے (صہ) رسالہ امراض مخصوصہ مردان کی یہ اکسیر ۲۲ ہے ۔

نامردی جس سے دنیا نالاں ہے اگر باقاعدہ علاج کیا جاوے تو بہت جلد آرام ہوتا ہے رسالہ امراض مخصوصہ مردان منگوا کر اس کے اندر کی فارم پر کر کے بھیج دیجئے ۔

اکسیر ہاضمہ آجکل ہاضمہ لوگوں کا بہت خراب ہوتا ہے۔ ۸۰ فیصدی شکایات ہاضمہ کی خرابی سے ہیں یہ اکسیر ہے ۳۰ گولی عہ

ہندو کانفرنس اور شدھی سبھا

ہندو کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس دسہرے کی تعطیلات میں بمقام ملتان ہوا۔ اِس اجلاس کی تقریروں یا ریزولیوشنز پر اسوقت میں ریویو نہیں کرونگا۔ میری رائے ہمیشہ سے یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی بقا کے لئے جد وجہد کرنا ضروری ہے۔ اور قوم جو مختلف افراد کے مجموعہ کا نام ہے اس کے قیام و بقا کے لئے مجموعی جد وجہد لازمی امر ہے اِس لئے جب کوئی قوم اپنے حقوق کے لئے یا اپنی بقا کے لئے جد وجہد کرتی ہے تو اسے بہرحال مبارک سمجھنا چاہیئے۔ ہاں جب تک وہ اپنے حقوق کی حفاظت دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر رکھتی ہے وہ قابل قدر ہونی چاہیئے۔ لیکن جہاں دوسروں کو کچل کر اپنا راستہ بنانا مقصود ہو وہاں ہر شخص کا فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی بقا کی فکر کریں۔ بہر حال ہندو قوم اگر اپنی قوم کو بیدار کرنا چاہتی ہے تو یہ ایک قابل قدر کوشش ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اِن کے مساعی پر پھبتیاں اُڑائیں ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہم اِس سے سبق لیں۔

ہندو کانفرنس میں جو بات مجھے اس قابل نظر آتی ہے کہ میں اسے قوم کے سامنے پیش کروں وہ

ایک نوجوان کی قربانی ہے

ایثار نفس کی تعلیم اور اخلاص کی ہدایت جسقدر اسلام نے دی ہے دوسرے مذاہب میں اس کی نظیر بہت ہی کم ہے لیکن آج جسقدر اخلاص اور دردِ دل سے اپنی ذاتی خواہشوں اور تمناؤں کو قربان کرنے والے دوسری قوموں میں ملتے ہیں انکی نظیر آج مسلمانوں میں نہیں ملتی ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال طیبات میں میں نے پڑھا ہے کہ کسی کی تعریف کرنا اسکو ذبح کرنا ہے۔ فاروق اعظم کا یہ ارشاد بتاتا ہے کہ آپ مسلمانوں میں کس قسم کا اخلاص پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اور میرا ایمان ہے کہ وہ اِس قسم کی قوت اور جذبہ اپنی قوم میں پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ کہ وہ لوگ محض خدا کے لئے کام کرتے تھے۔ نہ نام کیلئے ورنہ اگر یہ بات نہ تھی تو خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) جیسا اولوالعزم اور بہادر کمانڈر انچیف ایک سپاہی کی اطاعت کرنے کے لئے اپنے دل میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کرتا اسے خواہ فاروقی سیاست اور وجاہت کا اثر کہو لیکن اس میں کچھ کلام نہیں کہ خالد ایسے بہادر کا بلا چون و چرا سپاہی بن جانا اسلامی تاریخ میں اخلاص کی ایک نہیں نظیر ہے۔ برخلاف اس کے آج ایسی نظیریں مشکل سے دستیاب ہونگی۔ یہ بات جملہ معترضہ کے طور پر بیچ میں آگئی میری غرض اِس امر کو ظاہر کرنا تھا کہ ایثار اور اخلاص ہماری ہمسایہ قوم میں ترقی کر رہا ہے **گروکل** اور دیانند کالج کے بڑے بڑے مشہور پروفیسر صرف قوت لایموت پر کام کر رہے ہیں اور پھر پروفیسری کے علاوہ بعض اِن میں سے ماہواری رسالوں کو ایڈیٹ کرتے اور بعض دوسرے تالیفات کے کام یا تبلیغ و اشاعت مذہب کے شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ اور اپنی قوم کے فائدے کے لئے اپنے تمام مفاد کو کچل دینا انکے لئے آسان تر ہے۔ ہم بڑے جوش کے ساتھ انکی مذہبی کمزوریوں اور غلطیوں پر نکتہ چینی کی نظر کرتے ہیں لیکن یہ انصاف اور عدل کے اصولوں کے منافی ہوگا اگر انکی خوبیوں پر ہم ذرا بھی التفات نہ کریں۔

قرآن کریم نے شراب کے متعلق بحث کرتے ہوئے اس کے قلیل ترین منافع کا بھی ذکر کردیا ہے جس سے گویا یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ انسان ہر چیز کی برائیوں کے ذکر ہی پر کفایت نہ کرے بلکہ اس کا پہلوے انصاف (جسکی تعلیم ان اللہ یامر بالعدل میں دی ہے۔) یہ ہے کہ اُسمیں جو کچھ بھی خوبی ہو اُس کا ذکر ضرور کرے اِس لئے میں قرآن کریم کی اِس تعلیم کے صریح خلاف کرونگا اگر اِن عملی اور قومی خصوصیتوں کا ذکر نہ کروں جو اِن لوگوں میں پائی جاتی ہیں اور اِن میں سے ایک اخلاص اور ایثار ہے۔ اِن میں کام کرنے والوں کا بہت بڑا حصہ کسی شہرت اور نمود کے ذرا بھی شائبہ کے بدون کام کرتا ہے اور انہیں وہم بھی نہیں آتا کہ وہ اپنی خدمات کا ذکر کریں اور اپنی خدمات کا اعتراف چاہیں۔

ایسے ہی لوگوں میں سے ایک تازہ اضافہ ہندو کانفرنس کے اِس سالانہ اجلاس میں ہوا ہے۔ لالہ روپ چند بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی وکیل ہندو قوم کے لئے اور ملتان کے لئے فی الواقع قابل فخر ہیں جنھوں نے اپنی خدمات ایک سال کے لئے بدون کسی معاوضہ اور اجر کے ہندو قوم کی خدمت کے لئے پیش کی ہیں جو تقریر لالہ روپ چند نے اِس موقعہ پر کی اسکو میں یہاں دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے:-

"میرے بزرگ بھائیو میں نے جب رائے بہادر لالہ لالچند کی تقریر سُنی تو میرا دل پھڑک اُٹھا۔ میں نے اپنے دل میں محسوس کیا کہ اسوقت ہندو جاتی کے کسی بھائی کو میدان میں آنے کی ضرورت ہے...... اب ہندو جاتی کی سیوا کیلئے کسی ملتانی بھائی کو میدان میں نہ آتے دیکھ کر میں نے اپنے آپ کو **ہندو جاتی کے چرنوں میں ڈالدیا ہے** اگر میری خدمت ہندو جاتی کے لئے مفید ہوئی تو بعد میں باقی حصہ **زندگی بھی اِس کام کیلئے ارپن کرونگا**"

لالہ روپچند وکیل کا یہ ایثار نفس اور قومی خدمت کے لئے اپنی قربانی کرنا نہایت قابل قدر ہے۔

کیا ہمارے **نوجوانوں** میں سے کسی کے دل میں یہ جوش پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ

اُٹھے اور خدمت دین کیلئے لبیک کہے

ہماری جماعت میں جو خالص مذہبی جماعت ہے اور جس کی غرض و غایت **رضائے آلہی** اور **اشاعت اسلام** ہے ایسے بہت سے **نوجوان** اور تعلیمیافتہ میدان میں آنے چاہئیں تھے مگر کسقدر ہیں اِس کا جواب مجھے نہیں تعلیمیافتہ لوگوں کو دینا ہوگا؟ - ہندو کانفرنس کے اِس واقعہ کو پیش کرنے کے بعد میں دوسرا امر جسپر احمدی قوم کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ

بھارت شدھی سبھا کا جلسہ ہے۔

ہرچند ہندو کانفرنس ہندوؤں کی پولیٹیکل جماعت ہے اور مذہبی امور کے ساتھ اُسے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن باوجود اِس کے بھی ملتان میں اس موقعہ پر شدھی سبھا کا جلسہ بیموقع نہیں ہے۔ ہندو قوم کے معزز اور منتخب افراد ملک کے مختلف حصوں سے یہاں جمع تھے اور قومی جذبہ اور جوش سے ان کے دل و دماغ بھرے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں شدھی

کے سوال پر انھیں توجہ دینا بہت کچھ نتیجہ خیز ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ۱۰- اکتوبر کی صبح کو آریہ سندر میں ایک شاندار جلسہ کیا گیا جس میں شُدھی کی ضرورت اور شُدھی کی تحریک کو پُر زور عملی رنگ دینے کے لئے پُرجوش تقریریں کیگئیں مختلف حصص ملک کے منتخب اور کام کرنے والے لوگ اس تحریک کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں اور اِن کا کام یہ ہوگا کہ جہانتک اِن سے ممکن ہو وہ اس تحریک کو بلند کریں۔ شُدھی سبھا کا اثر پہلے ہی اُن قطعات ملک پر جہاں اسلام سے ناواقف مُسلمان رہتے ہیں پڑ رہا ہے اور مُسلمان خاموشی کیساتھ اِس نظارہ کو دیکھ رہے ہیں مگر اب کچھنے کا وقت نہیں کچھ کام کرنے کیضرورت ہے۔ ہندوؤں کی پولیٹیکل جماعت اپنے قومی جلسہ کے موقع پر مذہبی مقاصد کو نظر انداز نہیں کرتی ہے۔ مگر مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ کے ساتھ اگر اِس قسم کا سوال چھیڑا جاوے تو شاید لیگ کے ممبر پسند بھی نہ کریں۔ مگر میں نہایت ادب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور اِن لوگوں کو جو اِس قسم کی تحریکوں کے خوفناک نتائج پر غور کر سکتے ہیں توجہ دلاتا ہوں اور خصوصاً اُن تمام انجمنوں کو جو حمایت اور اشاعت اسلام کی مدعی ہیں کہ وہ وقت شناسی سے کام لیں اور ناواقف نومسلموں کو اسلام سے واقف کرنے اور ان شدھی کے دلدادوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے پُوری جدوجہد کریں۔ یہ وقت آپسمیں لڑنے اور جھگڑنے کا نہیں ہے بلکہ آپسمیں ملکر دشمن کی زد سے حفاظت کا ہے ان کے حملے عجیب در عجیب رنگوں میں ہو رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ اسلام اور مُسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیں پس مُسلمانوں کا یہ مذہبی فرض ہے کہ وہ اِن کے حملے کی روک تھام کریں اور اِس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ اِن لوگوں کو جو اسلام سے واقف نہیں اسلام کے حقایق سے آگاہ کیا جاوے۔ اور اِن میں عملی روح پھونکی جاوے۔ ان میں چھوٹے چھوٹے مدرسے جاری کئے جائیں اور واعظین اور مبلغین اِن میں بھیجکر اشاعت اسلام کے سلسلہ کو مضبوط کیا جاوے۔

اس کے ساتھ ہی مجھے اسلامی پریس کو بھی اس امر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پرچوں میں ایسے مضامین لکھ کر قوم میں قومیت کا جذبہ پیدا کریں اور وقتی ضرورتوں سے انھیں آگاہ کریں۔ اگر اسوقت وہ اپنی زبردست تحریروں سے قوم کو آگاہ اور بیدار نہیں کرینگے تو اپنے فرض سے سخت غفلت کرنے والے ہونگے۔ قرآن کریم نے مخالفین اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے اِس قسم کے ہتھیاروں سے کام لینے کی تاکید کی ہے جس قسم کے اوزار اور ہتھیار ہمارے مخالف استعمال کر رہے ہیں۔ پس ہمیں اِس موقعہ کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہئے۔ اِسوقت جو کچھ کسی سے ممکن ہے وہ کرے اگر وہ پھر کر تبلیغ کر سکتا ہے تو کرے قلم سے کام لے سکتا ہے تو لے۔ دعاؤں سے مدد کر سکتا ہے تو کرے۔ اور اگر زر سے مدد دے سکتا ہے تو ایسے لوگ جو اِس قسم کا کام کرتے ہیں اِن کی اعانت کریں۔ گورنمنٹ برطانیہ کی برکات میں سے **مذہبی آزادی** ایک عمدہ برکت ہے اور امن اور اشاعت مذہب کیلئے پریس کی برکت اسپر اضافہ ہے اِس لئے اِن ہتھیاروں سے کام لو اور **اسلام کی صداقت کا عام اعلان کرو**

صدر انجمن کی رپورٹ سنہ ۱۹۰۸-۱۹۰۹ء

ہماری صدر انجمن کی رپورٹ سنہ ۱۹۰۸-۱۹۰۹ء ابھی شائع ہوئی ہے۔ سکرٹری صاحب نے رپورٹ کے بدیر شائع ہونے کے متعلق شروع میں وجوہات کے رنگ میں معذرت پیش کی ہے۔ پھر سکرٹری صاحب نے ایک نہایت ہی قیمتی اور قابل قدر بات رپورٹ کے تمہیدی نوٹ میں بیان کی ہے کہ پہلے اپنے نفس کی اصلاح اور پھر دنیا کی اصلاح پہلے اپنے آپ کو مسلم بنانا اور پھر دُنیا کو اسلام کیطرف مائل کرنا یہ وہ کام ہے جو اِس سلسلہ میں ہر ایک شامل ہونے والے اِس سلسلہ کے ہر ایک کارکن اِس سلسلہ کی ہر ایک انجمن کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہئے تزکیہ نفس کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح والمہدی کا وجود ہمارے درمیان موجود ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں برکت دے۔ پس سب سے مقدم یہ امر ہے کہ لوگ اِس سلسلہ میں شامل ہوتے ہیں وہ یہاں آئیں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی بابرکت صحبت اور آپکے پُرتاثیر نفوس آپ کی دردمند دعاؤں اور پھر آپ کی پاک تعلیم سے مستفیض ہوں"

حضرت خلیفۃ المسیح کی صحبت میں رہنے کی فی الواقع بڑی ضرورت ہے اور اگر اِس اہم ضرورت کو ہم سمجھ لیں تو سلسلہ کی تمام ضرورتوں کا علم ہو سکتا ہے کیونکہ جو لوگ یہاں آتے ہیں یا بہت ہی کم آتے ہیں وہ سلسلہ کی ضروریات سے پُوری آگاہی حاصل نہیں کر سکتے۔ پس احمدیوں کا پہلا فرض یہ ہونا چاہئے کہ وہ موقعہ نکال کر یہاں آئیں اور چند روز یہاں رہکر اِن فیوضات و برکات کو حاصل کریں جو

ایک امام کیساتھ تعلق پیدا کرنیسے ملتے ہیں

اِس کے بعد شاخہائے صدر انجمن کے متعلق رپورٹ ہے۔ مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ صدر انجمن کی شاخوں کے انتظام اور کام کے متعلق سکرٹری صاحب اطمینان ظاہر نہیں کرتے اور سالگذشتہ کے مقابلہ میں کوئی ترقی پیش نہیں کرتے۔ انجمنوں کا انتظام بہت ہی ضروری چیز ہے انجمنیں سلسلہ کی جوارح ہیں اِن میں اگر ضعف اور بے اعتدالی ہو تو پھر سلسلہ پر اس کا اثر ضروری ہو جیسا کہ خود سکرٹری صاحب نے ظاہر فرمایا ہے۔ انجمنوں کے بعض کاموں کی تکمیل نہ ہونے کا موجب صدر انجمن کیطرف سے **واعظین** کے تقرر میں مُشکلات ہیں۔ فی الحقیقت اشاعت سلسلہ اور انجمنوں کے نظم اور اُنکو ایک ضابطہ میں کام کرنے کی سڑک پر ڈالنے کے لئے خالی تحریری ہدایتیں اور تحریکیں کافی نہیں ہو سکتی ہیں بلکہ اِس کے لئے ضرورت ہے

واعظین کی

واعظین کیضرورت پر اِس سے پہلے میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ واعظین کی جسقدر کثرت ہوگی اسیقدر اِس مقصد

میں خدا کے فضل سے کامیابی کی توقع ہے - یہ سچ ہے کہ آدمیوں کی بھی کمی ہے ایسے لوگ جو محض خدا کی رضا کے لئے اور سلسلہ کی خدمت کے خیال سے اپنی زندگیوں کو وقف کر سکیں اور ایک اخلاص اور جوش سے اِس کام کو کریں - بہت ہی نایاب ہیں - مگر پھر بھی اگر کوشش کیجاوے اور صدر انجمن واعظین کے تقرر میں کسیقدر فراخدلی سے کام لے تو جہاں دُوسرے کاموں کے لئے آدمی میسّر آتے ہیں اسیطرح سے اِس مقصد کے لئے بھی مِل ہی جاویں - اِسوقت بھی جو لوگ بطور خود یہ کام کر رہے ہیں اُنھوں نے کہیں باضابطہ **وعظ گوئی** کی تعلیم حاصل نہیں کی - اور وہ کوئی بڑے **نامور** اور ڈپلوما ہولڈر نہیں - مگر خدا تعالیٰ نے انہیں ایک **جوش** اور اخلاص دیا ہے - اِسی سِلسلہ میں شیخ غلام احمد صاحب کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا ناشکری ہے شیخصاحب نے جو کام کیا ہے اسے انجمن نے مفید پایا اور اس کا اعتراف کیا ہے - اِس سے معلوم ہوگیا ہے کہ اِس مقصد کیلئے اگرچہ کچھ شک نہیں علمی واقفیت ضروری ہے مگر خدا تعالیٰ کا فضل اِس لئے بھی بڑھکر ہے - **واعظین کے** پیدا کرنے میں اگر انجمن ایک واعظ کلاس کھولدے اور ایک خاص **امتحان** مقرر کر دے تو ایسے لوگ خدا ہی کے فضل سے طیار ہو سکتے ہیں

اور ایک آسان صورت اور بھی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ کے حضور ایک درخواست پیش کر دیجاوے کہ وہ چند **واعظ** انجمن کو دیں -

بہر حال انجمنوں کی اصلاح اور ضبط کے لئے کوشش ہونی چاہئے اور اگر انجمن ایک **انسپکٹر** مقرر کر دے جو مختلف شہروں میں پھر کر دورہ کرے اور انجمنوں کو قائم کرے اور انھیں کام کرنے کی ترغیب دے تو شاید اور بھی مفید ہو - اگرچہ اسطرح انجمن پر ایک **معقول** بار پڑیگا مگر انشاء اللہ یہ خرچ مفید ہوگا - میرا خیال ہے کہ انجمن اِس ضرورت کو محسوس کریگی اور جلد اِسپر کوئی عملی کارروائی کرنے کی طرف متوجہ ہوگی -

سکرٹریصاحب نے انجمنوں کی رپورٹ مرتب کرنے کے لئے جو بارہ سوال انجمنوں کے پاس بجواب طلب بھیجے تھے افسوس ہے کہ انکا جواب ۱۰۹ انجمنوں میں سے صرف ۳۲ نے دیا ہے اور وہ بھی بعض بعض سوالات کا -

اِن سوالات کا جواب نہ دینے والی یا اپنی رپورٹیں نہ بھیجنے والی انجمنوں میں بعض بڑی بڑی انجمنوں کا نام سکرٹریصاحب نے لیا ہے اور میں بھی افسوس کے ساتھ اِنکا نام لینا چاہتا ہوں - لاہور - امرتسر گوجرانوالہ - وزیر آباد - جموں - کپورتھلہ - لودھیانہ قادیان -

انجمنوں کا کام محض چندہ جمع کرنا نہیں ہے - اِس سے کوئی قوت وطاقت سلسلہ میں پیدا نہیں ہو سکتی - بلکہ انجمنوں کی غرض زیادہ تر سلسلہ کی اشاعت کیساتھ مُسلمانوں کو **حبل اللہ** کے ساتھ وابستہ کرنا ہے - اور انہیں وحدت ارادی کی خوبیوں کو پیدا کرنا ہے - بعض اوقات چندوں کے دینے میں تو ایک فرد بھی بے نظیر کام کر جاتا ہے جیسا کہ شملہ کی انجمن کی رپورٹ میں وہاں کے **درخشندہ گوھر**

بابو برکت علی کا نام ہے

ایسی حالتمیں اگر محض روپیہ بہم پہنچانا ہی خاص کام ہو تو یہ انفرادی صورت میں بھی ممکن ہو سکتا ہے لیکن نہیں یہ اصل مقصد نہیں -

اِس لئے مندرجہ بالا انجمنوں کے لئے یہ قابل افسوس امر ہے کہ وہ صدر انجمن کے مقاصد کی تکمیل میں قاصر ہیں یا اُنھوں نے اِس پہلو میں اپنے فرض کو پُورے طور پر ادا نہیں کیا اور افسوس تو یہ ہے کہ تمام انجمنیں سر برآوردہ انجمنیں ہیں - لاہور کی انجمن تو ماشاءاللہ ایسی انجمن ہے جو تمام انجمنوں میں اِس لحاظ سے کہ اس میں صدر انجمن کے **چار ٹرسٹی** کام کرتے ہیں **اول نمبر** پر ہے گو انتظام - ضبط اور دوسرے کاموں کے لحاظ سے جو انجمن انجمن کہلانے کا حق رکھتی ہے اور جسکو بطور نظیر پیش کیا جا سکتا ہے وہ

سیالکوٹ کی انجمن ہے

ایسی حالتمیں لاہور کی انجمن کی یہ بے پروائی قابلِ افسوس ہے - ایسا ہی مجھے **قادیان کی انجمن** کے متعلق بھی کچھ کہنا چاہئے - اور اِس کے لئے ہم سب ذمہ دار ہیں - قادیان کی انجمن کے سکرٹری مستقل طور پر بحیثیت عہدہ ہمارے مدرسہ کے قابل قدر ہیڈ ماسٹر صاحب ہیں - انھیں توجہ کرنی چاہئے - میری پہلے سے یہ رائے تھی اور اب بھی ہے - اور شاید اس میں ابھی تک مجھے ترمیم کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ عہدہ داروں کے انتخاب میں محض وجاہت یا علمی قابلیت ہی کوئی چیز نہیں ہوتی اور نہیں ہونی چاہئے بلکہ اِس کے لئے ضرورت ہے

کام کرنے کی قوت اور قابلیت کی

اگر ایک شخص خواہ وہ کچھ بھی پاس نہو وہ زردار یا قدو قامت کا بھی وجیہہ نہو مگر کام کرنے کی اہلیت اور سپرٹ رکھتا ہو تو وہ کسی ایسے شخص کے مقابلہ میں جو کام نہ کر سکتا ہو لیکن روپیہ پیسہ کے لحاظ سے یا علمی ڈپلومے کیوجہ سے ممتاز ہو زیادہ قابل قدر ہے اور وہ اِس بات کا اہل ہے کہ اسے وہ کام دیا جاوے -

میں جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کی قابلیت کا معترف ہوں اور اِن کی خدمات متعلق مدرسہ کو نہایت شکرگذاری سے دیکھتا ہوں - مگر انھیں مدرسہ کے کام سے اِس قدر فرصت نہیں ہے کہ وہ لوکل کمیٹی کے کام کیطرف متوجہ ہو سکیں - اگر انھیں مدرسہ کے انتظام اور کام سے فرصت ہو تو وہ **بہترین سکرٹری** لوکل کمیٹی کے ہو سکتے ہیں - مگر اِن کی عدم فرصت قادیان کی لوکل کمیٹی کے کام کو ممتاز بنانے سے قاصر ہے -

ہمارے بعض دوست شاید یہ کہنے کو طیار ہوں کہ ایڈیٹر الحکم جب لوکل کمیٹی کا سکرٹری تھا تو اسوقت بھی ایسی ہی حالت تھی - مگر انھیں یاد ہوگا کہ ایڈیٹر الحکم نے اخلاقی جرأت سے کام لیکر سب سے اول اس امر کا اعتراف کیا تھا کہ

میں اِس عہدہ کے قابل نہیں ہوں

اور اسی وجہ سے وہ مستعفی ہوگیا تھا - قادیان کی لوکل کمیٹی کے متعلق ایک سوال یہ بھی قابل غور ہے کہ بحیثیت سلسلہ

کارکن ہونے کے یہاں کسی جداگانہ کمیٹی کی ضرورت بھی ہو یا نہیں؟ بہرحال جن انجمنوں کا سکرٹری صاحب نے ذکر کیا ہے کہ اُنھوں نے صدر انجمن کے استفسار کا جواب نہیں دیا اِن میں ایسی بڑی بڑی کمیٹیوں کیطرف سے سہل انگاری قابل افسوس ہے۔

انجمنوں کے حالات کی رپورٹ پڑھنے سے جس امر کی بہت بڑی کمی معلوم ہوتی ہے وہ

کتبخانوں کا نہ ہونا ہے۔

میں نے اِس سے پہلے ایک مرتبہ مستقل طور پر الحکم میں ایک آرٹیکل لکھا تھا کہ **احمدیہ ریڈنگ روم** ہر جگہ کھولے جانے ضروری ہیں - انجمن ہائے ضلع ہی اگر سردست اپنے ہاں احمدی ریڈنگ روم کھولدیں تو بہت بڑا فائدہ ہوسکتا ہے - اِس رپورٹ کو پڑھ کر صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ مندرجہ ذیل مقامات پر لائبریریاں ہیں جن میں غیر احمدی بھی دلچسپی لیتے ہیں - اور کہیں نہیں۔

سہارنپور کریام ضلع جالندھر - مردان - مونگیر - کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور - پٹیالہ - فیروزپور

دوسری انجمنوں کو بھی اپنے ہاں لائبریریاں ضرور کھولدینی چاہئیں۔

انجمنوں کی رپورٹ کے بعد دوسرا حصہ صیغہ جات انجمن کی رپورٹ کا ہے - جنپر مجھے کسی ریمارک کیضرورت نہیں ہے خدا کا فضل ہے کہ سال زیر رپورٹ میں گذشتہ سال کے مقابلہ میں آمدنی قریباً دوگنی ہوگئی ہے - اور اسطرح مالی حیثیت سے یہ سال نہایت مبارک اور خدا تعالیٰ کے فضل کا نشان ہے - اللھم زد فزد -

---

اہل حدیث اور معراج

سلسلہ حقہ احمدیہ کے مخالفین اور غالی منکرین نے جہاں عوام کو مشتعل کرنے کے لئے ہمارے خلاف اور بہت سی باتیں کی ہیں اِن میں سے ایک مسئلہ معراج بھی ہے - لوگوں کو یہ کہکر بھڑکایا جاتا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **معراج** کے قائل نہیں اِس کا جواب تو لعنت اللہ علی الکاذبین ہے - ہم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے ایسے قائل ہیں کہ ایک دہریہ کو بھی معراج کے منوا دینے پر بحمد اللہ قادر ہیں - مگر اب یہ عجیب بات جو پیدا ہوئی ہے اسے ہم عام مسلمانوں کی توجہ کے لئے لکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں - اور اسکو سلسلہ عالیہ کی **فتح** یقین کرتے ہیں۔

جسطرح مغربی قومیں اضطراراً اسلام کی طرف آ رہی ہیں اور اسلامی اصول ماننے پر مجبور ہو رہی ہیں اِسیطرح ہمارے نادان مخالف مجبور ہو رہے ہیں کہ وہ اِن سچائیوں کیطرف آئیں جو سلسلہ حقہ احمدیہ نے انھیں بتائی ہیں - اِسی **مسئلہ معراج** پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے کسی شخص نے سوال کیا ہے - اِس کا جواب جو اُنہوں نے دیا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ سلسلہ حقہ احمدیہ کی اسباب میں مخالفت کرنے والے نرے جہالت اور تعصب کے پتلے ہیں - ناظرین غور کریں

سوال رسول اللہ صلعم کو معراج جسمانی ہوا ہے یا روحانی اور اگر روحانی ہوا ہو تو فضیلت کیا رہی؟

جواب جمہور اُمت کا مذہب تو یہی ہے کہ معراج جسمانی ہوا ہے - روحانی کے بھی قائل تھے - اِس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ بیت المقدس تک جسمانی اور **فلکی معراج روحانی** ہوا ہے - فضیلت پر بحث نہیں بلکہ ہر فریق ثبوت پر مدار رکھتا ہے جو جسکو ثابت ہوا وہ کہتا ہے - اِسی میں فضیلت جانتا ہے "

یہ ہے جواب جو منکر امرتسری نے دیا ہے اِس جواب میں جو ٹھوکریں کھائی ہیں اُنکو جانے دیجئے - مگر صاف الفاظ میں اسنے تسلیم کیا ہے کہ اُمت میں **روحانی معراج** کے بھی قائل گذرے ہیں اور یہ بات ڈرتے ہوئے امرتسری منکر نہیں کرسکا کہ اکابر اُمت کا جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں یہی مذہب ہے اور سب سے عجیب بات جو اِس جواب میں ہے وہ یہ ہے کہ ایک طبقہ **فلکی معراج** کو روحانی کہتا ہے - اب صاف ظاہر ہے کہ **فلکی معراج** کو روحانی ماننے والا طبقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر بہ این جسم عنصری جانے کا معتقد نہیں تو پھر مسیح کے اِس جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کے وہ قائل کیونکر ہو سکتے ہیں؟ -

اِن سب سے بڑھ کر لطیفہ جو مولوی **فاضل** نے بیان کیا ہے وہ اہل علم کی توجہ کے قابل ہے - آپ فرماتے ہیں کہ **جمہور اُمت** کا مذہب تو یہی ہے کہ معراج جسمانی ہوا ہے - اب اِس **جمہور اُمت** کو دیکھئے اور پھر اِس جواب میں دو مذہب معراج کے متعلق اور فرماتے ہیں - پھر فاضل صاحب عینک لگا کر بتائیں کہ یہ **جمہوریت** کہاں رہی؟ -

خصوصاً جبکہ انھیں سوالات کے ضمن میں **اجماع** کی مخالفت بھی فاضل امرتسری نے کر دی ہو -

بہرحال ہم خوش ہیں کہ سلسلہ عالیہ کی سچائیوں کو لوگ قبول کر رہے ہیں -

ہندو قوم میں غیر قوموں سے ازدواج

ہندوستان کی آرین قوم میں آجکل دو زبردست تحریکیں کام کر رہی ہیں

اِس میں کچھ شک نہیں کہ اِن تحریکوں کو پولیٹکل امور سے تعلق ہے مگر قطع نظر پولیٹکل بحث کے یہ تحریکیں بجائے خود قابل غور ہیں -

ایک اِن میں سے ادنیٰ ذاتوں کے متعلق ہے دوسری غیر قوموں سے شادی و بیاہ کے متعلق -

اول الذکر تحریک شدھی کا بنیادی پتھر ہے - اور دوسری تحریک پولیٹکل اغراض سے وابستہ ہے اور اب تو غیر ہندو لوگوں کو کرنے بھی لگے ہیں -

ادنیٰ قوموں کو ترقی دینے اور اعلیٰ قوموں کی برابر ایک ہی پلیٹ فارم اور سطح پر کھڑا کرنے کا سوال ہر چند اپنی تہ میں پولیٹیکل اغراض اور مقاصد رکھتا ہو مگر اِس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ ہندوؤں کی قوم میں (جو چھوت چھات کی پابند اور بہت سے ذاتی بندھنوں میں اسیر ہے) خاص دلچسپی رکھتا ہے اور اس قوم کی بیداری اور احساس کا نتیجہ ہے اور مسلمانوں کے لئے قابل غور ہے - اسلام ہی ایک ایسا مذہب تھا اور ہے جس میں ذات پات کے بندھنوں کو ایک کر دیا گیا تھا اور تمام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سمجھنے والوں کو ایک ہی مبارک نام **مسلمان** سے
موسوم کیا گیا تھا۔ کسی شخص کے لئے ہندی۔ نسلی
اور خون کے لحاظ سے کوئی خاص حقوق اور امتیاز قوم
میں نہیں دیا گیا تھا بلکہ عزت و امتیاز کا معیار اسلام
نے ہمیشہ ہمیشہ

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

قرار دیا تھا یہ ایسا روح پرور معیار کلام اللہ میں ہے کہ
جسے دیکھکر ہر شخص کے اندر ایک اُمنگ اور حوصلہ آگے
بڑھنے کا پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر ہندوستان کی بود و
ماند نے مسلمانوں پر جو اثر کیا وہ یہ ہے کہ جن زنجیروں
سے ہندو جکڑے ہوئے تھے آج مسلمان ان میں اسیر
ہیں اور ہندو آزاد ہو رہے ہیں۔
اس قسم کی سوشل برائیوں پر نہ مسلمان ایڈیٹروں
کے قلم کو جنبش ہوتی ہے نہ مسلمان لیڈروں کی زبان
کو حرکت۔

پھر ان خرابیوں کی اصلاح مذہبی طبقے سے ہونی چاہئے
تھی۔ اور یہ آواز علماء کے گروہ سے بلند ہوتی۔ مگر نہیں
وہاں بھی خاموشی ہے۔ اور بجائے اتفاق و اتحاد کے
کفر فروشی اس پاک گروہ کا کام ہو رہا ہے۔ مسلمانوں
کی ایسی حالت پر جو کوئی رو سکتا ہے روئے۔
سلسلہ عالیہ احمدیہ (جو منہاج نبوت پر قائم
ہوا۔ اور جس کی غرض **فیج اعوج** کی تمام غلطیوں کو
دور کرنا اور اصل اسلام کی عملی صورت کو پیدا کرنا مقصود
ہے۔ ہم نے اس سلسلہ میں کسیقدر قدم آگے بڑھایا
ہے۔ اور پہلے اسی نے مقلد غیر مقلد اور دوسرے فرقوں
کے امتیاز کو اُٹھا کر مختلف فرقے کے مسلمانوں کو ایک
سطح پر کھڑا کر دیا ہے۔ اور جن امور سے جھگڑے پیدا
ہوتے تھے ان نزاعوں کو اُٹھا دیا ہے مگر ابھی تک
ایک حد تک نہیں بہت بڑی حد تک **قومی امتیاز**
موجود ہے۔ اور اس امتیاز کے ساتھ دولت و ثروت
کو معیار تکریم سمجھا جاتا ہے۔ بانی سلسلہ کی یہ غرض
نہ تھی اور نہ اس کے جانشین اور خلیفہ بلا فصل کی
یہ منشا ہے بلکہ دونوں نے اپنے طرز عمل سے نہ ایکبار بلکہ
کثرت سے دکھا دیا کہ

اسکی نظر تقوی پر ہے

اور وہ اپنے نزدیک اسی معیار کو **معیار تکریم**
قرار دیتے ہیں۔ جو ان کے رب کریم نے مقرر کر دیا ہے
پس ہمارے نزدیک بھی اگر کوئی معیار تکریم ہونا
چاہئے تو وہی معیار ہو جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا اور
جسے ہم نے اپنے امام اور موجودہ **مطاع** کی زندگی
میں عملی طور پر دیکھا ہے۔ جب تک یہ اصل کام نہیں
کریگا **قومی عزت** کا معیار نیچا رہیگا۔ اور **قرآن
کریم** کے اعلاء کا دعویٰ ہمارا زبانی جمع خرچ ہو گا۔
قرآن کریم کی عزت و عظمت جس کے اظہار کے ہم
مدعی ہیں اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم عملی رنگ
میں اسے ظاہر کریں۔ اگر اس کے احکام کو تو ہم خدانخواستہ
پس پشت ڈالتے ہیں اور زبان اور قلم سے اس کے
احیاء کا دعویٰ کرتے ہیں تو حقیقت الامر یہی ہے کہ

یہ لاف زنی سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتا

ہماری زندگیوں میں اگر مغربی فیشن اور اصول کام کرتا
ہے یا کریگا جس میں نمائش اور تکلف زیادہ ہے تو

ہم مقام صدق سے گر جائینگے

اور مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا ہو اللہ تعالیٰ کے اس الہام
کے مصداق خدا نکرے کہ ہم ہوں

زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں

پھر اسی مضمون کا تعدد حصہ شادیوں کے متعلق ہے
حضرت مسیح موعود مغفور نے **وحدت قومی کیلئے**
جن امور کو ضروری سمجھا تھا ان کے متعلق اصولی اور
بنیادی طور پر ایک مناسب تحریک کو شروع کر دیا
تھا۔ چنانچہ ہمارے سب احباب جانتے ہیں کہ شادیوں
اور ناطوں کے متعلق ایک اعلان آپ نے دیا اور نہ
از خود بلکہ بعض دوستوں ہی کے اصرار اور التجا پر
اس انتظام کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا۔ کیا ہی مبارک
حالت ہوتی اگر یہ انتظام کلیتہً حضرت کے ہاتھ میں
ہوتا۔ مگر بعض امور ایسے پیش آئے کہ حضرت کو اس سے
الگ ہونا پڑا۔ اور پھر یہاں تک نوبت پہنچگئی کہ بہت
ہی کم نکاح آپ کی مجلس میں ہوتے جن میں آپ شامل
ہوتے۔ اس سے بڑھکر دردانگیز نظارہ کیا ہو سکتا ہے؟
پھر عورتوں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک اور صلہ
رحمی کے متعلق آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں
میں اسقدر ربط سے بحث کی کہ اگر اس حصہ کو الگ علیحدہ
کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب طیار ہو۔ آپ کے بعد
حضرت **خلیفۃ المسیح** نے متعدد خطبے خصوصیت سے
عورتوں کی حالت زار اور ان کے ساتھ جو سلوک آج
کیا جاتا ہے اس پر پڑھے اور اپنے دلی دُکھ کا اظہار کیا
اور چاہا کہ

اس صنف نازک سے نیک سلوک ہو

نکاح کے خطبے حضرت مغفور کی زندگی میں بھی علاوہ
خلیفۃ المسیح ہی پڑھتے تھے اور اب بحیثیت **امام**
آپ پڑھتے ہی ہیں۔ ان خطبوں میں بالالتزام عورتوں
کی بیکسی اور ان پر جو ستم توڑے جاتے ہیں آپ نے
انکا ذکر کیا ہے اور قوم کو ڈرایا اور ان لوگوں کو مبارک
اور خوشوقت کہا جو انکی مصائب اور مشکلات کو کم کرنے
کی تجاویز کو عملی رنگ دیں۔ میری سمجھ میں ہمارے
گھروں میں بہشتی زندگی کا نظارہ تو اسی صورت میں
شروع ہو سکتا ہے اور اس **شیریں رشتہ**
کی قدر و قیمت اسی وقت ہم میں پیدا ہو سکتی ہے کہ ان
رشتوں کو ہم کلیتہً حضرت کے ہاتھ میں دیں۔ اس
میں شک نہیں کہ بعض اوقات غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی
ہیں اور ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں جو موجب تکلیف
اور ابتلا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ بعض حالات ایسے
پیش آئے ہیں کہ مجھے خطرہ ہو چلا ہے کہ حضرت
خلیفۃ المسیح بھی شاید اس نازک ذمہ داری کے
کام سے اپنے آپ کو الگ کر لیں اور بالآخر اپنے
امام کی سنت پر قدم زن ہوں کہ نکاح کی مجلسوں میں
آپ کی شمولیت بھی کم رہجاوے۔ اور اگر ایسا ہوا
تو میں سمجھتا ہوں احمدی قوم کے یہ دو دفعہ فیل ہونے
کا ثبوت ہوگا۔ ایسی مشکلات کا انسداد **قومی فورس**
سے ہونا چاہئے۔ ہم اپنی برادریوں میں قومی اثر سے ان خرابیوں

کا انسداد کرتے رہتے ہیں۔ اور اب تک بھی ایک حد تک کرتے ہیں کہ قوم کے ممتاز لوگ جس فیصلہ کو قوم میں جاری کرنا چاہیں کوئی فرد اس سے الگ نہیں ہو سکتا کیا ہماری حالت عام پنچائتوں سے بھی گری ہوئی ہے؟

جو لوگ پنچ کی بات ماننے کو اپنا فرض سمجھتی ہیں اور اسے ایسی اہمیت دیتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کریں تو کریں اور احکام سلطنت کو توڑیں تو توڑیں مگر اپنے **امیر** اور نمبردار کی بات کو رد نہیں کر سکتے۔ پھر کیوں ہم قومی جوش سے کام نہ لیں۔

ایسے رشتہ اور ناطے جو حضرت **خلیفۃ المسیح** کے ارشاد اور حکم کے ماتحت ہوں ان میں اگر کسی قسم کی کمزوری کا فریقین میں سے کسی کی طرف سے اظہار ہو تو **خلیفۃ المسیح** کا حکم اور فیصلہ ہی **ناطق** ہے حضرت خلیفۃ المسیح عورتوں کے حقوق کے زبردست **حامی** ہیں اسی سُنت پر جو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے آپ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں مگر عورتوں پر ظلم و ستم ہو یا اس کے ساتھ ہی بچوں پر اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ اسلام نے **طلاق** اور **خلع** کے قدرتی اصول رکھ کر سوسائٹی میں امن قائم کرنے کی بنیاد رکھی ہے۔ پھر اگر کوئی ناگوار امر پیش آوے تو ان دقتی ہتھیاروں سے کام لیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ عورتوں کو **کالمعلقہ** رکھنا چاہتے ہیں ان کے متعلق حضرت امیر کا قرآن کریم کے ماتحت فتویٰ ہے کہ ان کے نکاح قائم نہیں رہ سکتے۔ پس ضرورت ہوگی ایسے باہمت لوگوں کی جو دنیا کی ناک کی پروا نہ کرکے ایسی غریب اور بیکس لڑکیوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے نجات دلائیں۔ اس قسم کی تجاویز پر عمل کرنے سے کئی قسم کی مشکلات اور پیچیدگیوں کے پیدا ہونے کا احتمال ہے مگر **اصلاح** نہیں ہو سکتی جب تک کہ مشکلات اور مصائب کو برداشت کرنے والی روحیں پیدا نہ ہوں

قومیت اور برادری کے بندھن توڑنے والوں کو بھی بڑی تکالیف ابتداء ہونگی۔ مگر ان سب کی **اصلاح** ممکن ہے۔ پس سوسائٹی کے اس بہترین حصہ کی اصلاح کے لئے کوئی عملی قدم اٹھانا چاہیے۔

ابھی سلسلہ میں بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور لکھنے والوں کی۔ کیا وہ لوگ جو **قومی اصلاح** اور قوم سازی کے اصولوں کی ترویج کے دلدادہ ہیں اپنے قلم سے کام لینگے؟

ریاست بھاولپور میں غبن اور اسکا انسداد

میں نہیں چاہتا تھا کہ ریاست بھاولپور میں جو غبن یا رشوت ستانی کا مقدمہ شروع ہوا ہے اس کے متعلق کچھ بھی لکھتا۔ جب تک کہ وہ اپنی آخری حالت تک نہ پہنچ جاتا۔ لیکن چونکہ اخبارات میں اس کے متعلق بحث چھڑ گئی ہے اور مختلف مضامین نکل رہے ہیں۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسپر مختصر سا ریمارک کروں۔

ریاست بھاولپور کا انتظام ایک کونسل اور ریجنسی کی سپرد ہے اور ایک پولیٹیکل ایجنٹ بھی وہاں رہتے ہیں۔ کونسل کے پریسیڈنٹ خان بہادر مولوی رحیم بخش صاحب با لقابہ ہیں جن کی آنکھوں نے ریاست کے تین دور دیکھے ہیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب ایک متدین **معاملہ فہم** بزرگ ہیں۔ مجھے ضرورت نہیں کہ ان کی خدمات کا ذکر کروں یا ان کی قابلیتوں کی تعریف اس لئے کہ وہ مسلّم مدبّر اور ریاست کے حقیقی بہی خواہ اور گورنمنٹ برطانیہ کے سچے فرمانبردار اور ہوا خواہ ہیں۔ ان کی کارگذاریاں میری یا کسی دوسرے کی تعریف کی محتاج نہیں

اس سال راجہ طالب مہدی صاحب ریونیو ممبر ریاست بھاولپور کے سفیر کابل کی حیثیت سے چلے جانے کی وجہ سے ریاست میں جو عہدہ ممبر مال کا خالی ہوا تھا اسپر گورنمنٹ پنجاب نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو اپنی خداداد قابلیتوں اور دیانت و امانت معاملہ فہمی جفاکشی کے علاوہ رعایا کی ہمدردی اور خیر خواہی کا ایک خاص خون اپنی رگوں میں رکھتا ہے۔ اور اپنی ان صفات حسنہ کے لئے وہ ملک بھر میں مشہور ہے یعنی **مرزا سلطان احمد صاحب**۔ زمینداروں کی بہتری اور بھلائی کے لئے جو جو تجاویز اُنھوں نے ان علاقوں میں جہاں انھیں رہنے کا اتفاق ہوا کی ہیں وہ گورنمنٹ اور پبلک سے مخفی نہیں زراعتی بنکوں کے اجرا میں ان کی خدمات مسلّم اور ان کے صلہ میں خانبہادری کا خطاب گورنمنٹ کا عطیہ ہے اپنی اس قسم کی قابلیتوں کے علاوہ وہ **علمی دماغ** کا انسان ہے اور انتھک طبیعت خدا نے اسے دی ہے اگرچہ ریاست اس بزرگ کو لینے کے لئے کسی وجہ سے طیار نہ تھی اور خود مرزا صاحب بھی ریاستی زندگی سے بچتے تھے مگر گورنمنٹ پنجاب کی **قدردان** اور مردم شناس حکومت نے **خانبہادر مرزا سلطان احمد** سے بہتر آدمی اس عہدہ کے لئے نہ پاکر ان کی ہی سپارش کی اور آخر مرزا صاحب موصوف کو بھاولپور کی سرزمین میں جانا پڑا

ابھی چند ہی مہینے ہوئے ہیں کہ گورنمنٹ پنجاب اور خود ریاست کی رعایا اور کونسل کو معلوم ہو گیا ہے کہ یہ انتخاب فی الواقعہ **بہترین انتخاب** تھا مرزا صاحب نے محکمہ مال کے دفاتر کی اصلاح اور درستی کے لئے جسقدر وقت دیا اور محنت سے کام لیا ہے اس کا اعتراف ریاست کی طرف سے جب ہوگا وہ نہایت شاندار الفاظ میں ہوگا۔ مختصر یہ ہے کہ پریسیڈنٹ صاحب کونسل نے مرزا صاحب کے معائنہ کے لئے تحصیل کو سرکاری اخبار میں شائع کرنا شروع کر دیا تھا کہ نقائص کی اصلاح ہو۔ بقایا کی وصولی کے لئے جو تجاویز ممبر مال نے اختیار کیں اُن میں کامیابی ہوئی۔

اسی سلسلہ میں محکمہ نہر کا وہ غبن بھی ہے جسکا چرچا اخبارات میں ہو رہا ہے۔ اس غبن کی برآمدگی کا

اگر کوئی کریڈٹ ہے تو ٹریبون کے الفاظ میں وہ

صرف مرزا سلطان احمد صاحب کیلئے ہے

اِس غبن کی تحقیقات کے دوران میں مرزا صاحب کو دھمکیوں کے خطوط ایسے ملے ہیں جن میں انھیں بتایا گیا کہ **تمھاری جان کی خیر نہیں**۔ مگر مرزا صاحب نے اپنے فرض منصبی کے مقابلہ میں زندگی اور موت کے سوال کو ہیچ قرار دیا۔ اور وہ اِس تحقیقات میں لگے رہے اور مقدمہ مرتب ہو گیا ایک کثیر رقم اہلکاران آبپاشی کی خیانت کی ثابت ہوئی ہے۔ جہانتک واقعات رہنمائی کرتے ہیں اِس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ غبن ہوا ہے۔ مگر ایک امر کا پیش کرنا شاید بےموقع نہ ہوگا۔ کہ بھاولپور کی آبپاشی کا انتظام صرف ایک شخص کے ہاتھ میں دیا گیا بحالیکہ قریباً ۷۰ ہزار میل کے قریب نہروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ میں غلطی نہیں سخت فروگذاشت کرونگا کہ مشیر آبپاشی نے اِس انتظام کو نبھانے میں اپنی قابلیت کا ثبوت ضرور دیا ہے اور وقتاً فوقتاً انہوں نے ریاست کو ناکافی انتظامی عملہ کے دئے جانے پر بھی توجہ دلائی۔

مشیر مذکور اپنی انتظامی قابلیت کے لحاظ سے قابل داد ہے اور ریاست نے اِس پہلو سے ایسے افسر کے انتخاب میں غلطی نہیں کھائی اور انھوں نے ریاست کی خاص خدمات نہروں کے اجرا اور ریاست کے گزیٹر کے لکھنے اور تنازعات سرحد کے انفصال کے متعلق جو کی ہیں وہ کسی صورت میں نظرانداز کئے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ اِس مقدمہ میں ریاست کو ناکافی عملہ کے دئے جانے کا اعتراف ضرور کرنا پڑیگا۔ بہرحال اِس میں کوئی کلام نہیں کہ فروگذاشت ہوئی اور اس کے نتائج ہزاروں روپیہ کی خیانت اور غبن کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ اِس مقدمہ کے اثر سے ریاست کے دُوسرے محکمہ جات کا انتظام خودبخود ہو رہا ہے۔ اور ذمہ دار آفیسر توجہ کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مرزا صاحب کی خداداد قابلیت اپنے جوہر دکھائے گی اور رعایائے بھاولپور کی خوش نصیبی اور ریاست کی بھلائی کا یہ ایک عہدِ جدید

عہد جدید ہوگا۔

پریسیڈنٹ صاحب کو ایسے ہی قابل اور مسلم دیانتدار آدمی کی ضرورت تھی۔ اور اب پہلے سے بہت زیادہ خوبی کے ساتھ نابالغ رئیس کی رعایا کی بھلائی کے لئے سعی کر سکینگے۔

اور جن تجاویز کو وہ عملی رنگ میں لانا چاہتے تھے اب نہایت آسانی سے رائج کرینگے۔

محکمہ نہر کا انتظام گورنمنٹ کے محکمہ نہر کے انتظام کے رنگ میں لانے کی تدابیر پر غور ہو رہا ہے۔ اور محکمہ مال کی اصلاحوں کا سوال پیش نظر ہے۔ میری دانست میں ایک یا دو قابل آدمی جو پنشنر ہوں یا گورنمنٹ کے ہاں ملازم ہوں اور جن کی دیانت داری اور جفاکشی مسلم ہو محکمہ مال سے منگوائے جاویں اور ان کی سپرد دفاتر کی اصلاح کا کام کیا جاوے۔ میری سمجھ میں اگر ایسے آدمیوں کا انتخاب مرزا صاحب کی رائے پر کلیتاً چھوڑ دیا جاوے تو شاید زیادہ مفید ہو۔ اسطرح پر محکمہ مال کے دفاتر بھی درست ہو جائینگے اسیطرح پر دوسرے محکمہ جات کی اصلاح کیجاوے کام کے آدمی رکھے جاویں اور دفاتر کو باقاعدہ کیا جائے رعایا کی سہولتوں کو مدنظر رکھا جاوے

میں اس سلسلہ میں بہت سی اصلاحی باتیں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور خدا نے توفیق دی تو یکے بعد دیگرے انھیں پیش کرونگا۔ اور مجھے اُمید ہے کہ کونسل اسپر توجہ فرمائیگی۔

نام کے مُسلمان اصل میں ہندو

ایسے لوگوں میں اشاعت اِسلام کی ضرورت

معزز ہمعصر روزانہ پیسہ لکھتا ہے کہ فی زمانہ جبکہ صرف عیسائی مشنری بلکہ آریہ سماجی بھی اِس جدوجہد میں مصروف ہیں کہ بانیٔ اسلام (فداک روحی) اور اس کی پاکیزہ و بے لوث اور بےنظیر و قانون قدرت کے عین مُطابق تعلیم کی بابت اُن دیہاتیوں میں جو برائے نام مُسلمان اور اسلام کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں طرح طرح کی بدگمانیاں پھیلائیں اور اُن کے ایمان میں خلل ڈالکر اُن کو شدھی کے ذریعہ سے مرتد بنائیں اِس امر کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے کہ اشاعتِ اِسلام کے کام کو باقاعدہ اصول اور وسیع پیمانہ پر اور بڑے زور و شور سے جاری کیا جائے

ہندوستان میں لاکھوں ہی ایسے لوگ ہیں جو محض مردم شماری کے اعتبار سے مُسلمان کہلاتے ہیں اور اصول اسلام سے نابلد ہیں۔ ان کی جہالت کا یہ حال ہے کہ اُن میں سے زیادہ تر کلمہ طیبہ سے بھی واقف نہیں اور نماز میں نیت صرف یہ کہکر باندھتے ہیں کہ جو نیت اِمام کی سو ابھی" ان میں باوجود مُسلمان ہونے کے پشت ہا پُشت سے بُت پرستی کی ساری رسمیں چلی آتی ہیں۔ راجپوتانہ کے اکثر مقامات میں تو اُنکے نام بھی ہندوؤں ہی کے سے رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً دہن سنگھ۔ ابھے سنگھ۔ شمشیر سنگھ۔ کالی رام بھٹالی رام۔ اِن لوگوں میں پوشش اور خور و نوش کے طریقے بالکل ہندوانی ہیں۔ وہ مندروں میں جاکر بتوں کو سجدے کرتے اُن سے منتیں مانگتے اور اُن کی پرستش کرتے ہیں۔ ہندوؤں کے تہواروں کو مسلمانوں کے تہواروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ بولی اور خیالات کے اعتبار سے بھی اُن میں اور ہندوؤں میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ ہندوؤں ہی کی مانند وہ چوکہ لگاکر کھانا پکاتے اور چوکے ہی میں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ کوئی غیر شخص اُن کے چوکے میں نہیں داخل ہو سکتا۔

ریاست جاورہ گجرات۔ دکن کے اکثر مقامات کل راجپوتانہ بندیلکھنڈ اور ممالک متحدہ کے دیہاتوں میں جسقدر بھی مُسلمان ہیں۔ اُن میں نوے فیصدی سے بھی زیادہ نام کے مُسلمان اور دراصل ہندو ہیں۔ بعض مقامات میں تو وہ مُردوں کی لاشوں کو دفن نہیں کرتے بلکہ جلاتے